ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

(بیادگار)

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین © لاہور

ھدیہ ۲۵ پیسے

احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ فَقَالَ لَقَدْ سَأَلْتَ اللّٰہَ بِالْاِسْمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ۔

(رواہ اصحاب السنن)

ترجمہ :۔ عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا۔ "اے اللہ! میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تو ہی ہے، تیرے سوا کوئی خدا نہیں، یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے، نہ اس کا کوئی بیٹا، نہ اس کا کوئی ہمسر" آپؐ نے فرمایا کہ تو نے خدا تعالےٰ کو وہ نام لے کر پکارا ہے کہ جب اس نام کے ساتھ اس سے سوال کیا جاتا ہے تو ضرور دیتا ہے اور جب اس کو پکارا جاتا ہے تو ضرور جواب دیتا ہے۔ (اس حدیث کو اصحاب سنن نے روایت کیا ہے)

تشریح :۔ مشرکین عرب جو خدائی تنزیہ سے یکسر نابلد تھے ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے تخیل کے مطابق نہایت بے باکی سے یہ سوال کر بیٹھے "انسب لنا ربک" ہمیں ذرا اپنے پروردگار کا نسب تو بتلائیے۔ گویا ان کے نزدیک خدائے تعالیٰ بھی انسانوں کی طرح حسب و نسب کے میزان میں تولا جا سکتا تھا۔ ان کے اس جاہلانہ سوال کے جواب میں ایک نہایت مختصر ترین سورت اتری جس نے خدا کی ذات کا سب سے اعلیٰ اور سب سے پاک تعارف اس طرح پیش کیا کہ وہ یکتا و یگانہ ہے نہ ذات میں اس کا کوئی شریک ہے نہ صفات میں اس کا کوئی سہیم، یہی احدیۃ کا مفہوم ہے۔ یہ وہ صفت تھی کہ اس سے زیادہ آسان اور اس سے زیادہ صحیح تعارف کسی اور صفت کے ساتھ مشکل ہے۔ ذات وحدہٗ لا شریک لہٗ کی ایک صفت واحدیت بھی ہے مگر احدیت اس سے کامل تر ہے۔ سورۃ اخلاص اسی کی تفسیر ہے۔ صمدیۃ اسی احدیت کی تکمیل ہے اور لم یلد و لم یولد اسی کی تشریح۔ صمد بے نیاز کو کہتے ہیں یعنی وہ ایک اور اکیلا ہو کر بھی اپنے کمال میں کسی کا محتاج نہیں والد کی طرح نہیں جو اپنے بیٹے کے لئے محتاج الیہ ہو کر بھی اپنے کمالات کی شہرت و بقا میں تمامتر اپنے بیٹے کا محتاج ہے اور نہ اس والد کی طرح ہے جو ایک جہت سے محتاج الیہ بن کر بھی اپنے وجود میں والد کا سر تا سر محتاج ہوتا ہے۔ نسب وہاں قائم ہو سکتا ہے جہاں رشتۂ اشتقاق پیدا ہو سکے جہاں اوپر اور نیچے کی دونوں جانبوں میں رشتۂ اشتقاق نہیں وہاں نسب کا تصور بھی نہیں۔ اصول و فروع سے گذر کر نسب کا دوسرا تخیل شعب و اطراف میں قائم کیا جا سکتا ہے۔ مگر جس کا کوئی کفو و نظیر بھی نہیں اس کے لئے نسب کا تصور اطراف و جوانب میں بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ صرف یہ جواب کہ اس کا کوئی نسب نہیں ان کے مذاقِ فطرت کے موافق نہ تھا۔ اس لئے آپ نے پہلے وجودی دو صفتیں ایسی ذہن نشین کر دیں جس کے نتیجہ میں دو سلبی صفتیں پیدا ہو جائیں اور اس کے بعد نسب کا سوال خود بخود ذہنوں سے نکل جائے۔ یہ واضح رہنا چاہیئے کہ غنی و صمد میں بڑا فرق ہے۔ صمد اس کو کہتے ہیں جو خود کسی سے برآمد نہ ہو سکے اور نہ کوئی دوسرا اس سے برآمد ہو سکے۔ جیسا کہ والد اور ولد، اس لئے خدا کے نسب کی بجائے (جو ایک ذاتی چیز تھی اس کی) صمدیۃ کو پیش کیا گیا ہے۔ غنا و فقر نسب کی جگہ نہیں آ سکتے۔ یہ خارجی اوصاف و عوارض ہیں۔ نسب ایک رشتۂ خون کا نام ہے جس میں جزئیۃ کا مفہوم کسی نہ کسی پہلو سے ضرور سامنے آتا ہے۔ صمدیۃ اس رشتہ کے بالمقابل غنا و بے نیازی کا نام ہے یعنی اس ذات پاک میں اس اندرونی اشتقاق کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ کسی نوعیت سے بھی وہاں نسب کی شرکت کا تصور لایا جا سکے۔ اسماء الٰہیہ میں بسا اوقات الفاظ کا ترجمہ یکساں نظر آتا ہے مگر اس کے مصداق و صحیح مفہوم میں بہت فرق ہوتا ہے۔

ان مختصر نوٹوں میں ان تمام تفاصیل کی گنجائش نہیں ہے۔ یہاں یہ تشریح صرف اس مقصد کے پیشِ نظر ہے کہ ابتداءِ کتاب میں خدائے تعالےٰ کے مختصر تعارف کے ساتھ ان اسماء کی مقبولیت و محبوبیت کی وجہ بھی کچھ نہ کچھ ذہن نشین ہو جائے۔

لم یولد اور خود جنا نہیں گیا۔ شیخ اکبرؒ یہاں ایک لطیفہ لکھتے ہیں۔ کہ عقلِ انسانی غور و فکر اور ترتیبِ مقدمات کے بعد جو نتیجہ بھی نکالتی ہے وہ اس کا مولود اور پیدا کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہاں خدائے تعالیٰ کی صفات میں یہ پہلی صفت ہے کہ وہ کسی کا مولود نہیں۔ اب بھلا اس عاقل کو خدا کی ذات کی کیا معرفت ہے جس کی معرفت خود اپنی تراشیدہ اور اپنی ہی پیداوار ہے لہ

لہ الیواقیت والجواہر۔ ج ۱ صفحہ ۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

فون نمبر ـــــ ۶۷۵۴۵

جلد ۸ | ۹ رجب المرجب ۱۳۸۲ھ | شمارہ ۳۱

بمطابق ۷؍ دسمبر ۱۹۶۲ء

پاکستان و ہندوستان میں

سالانہ چندہ ـــــ ۱۱ روپے
ششماہی ـــــ ۶ روپے
سہ ماہی ـــــ ۳ روپے
فی پرچہ ـــــ ۲۵ پیسے

• سعودی عرب • کویت • ایران
• افریقہ • ملایا
• ھانگ کانگ • انگلینڈ
کیلئے
سالانہ چندہ
عام ڈاک سے
۱۸٫۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے
۵۲٫۰۰ روپے

امریکہ
عام ڈاک سے
۲۴ روپے
ہوائی ڈاک سے
۸۲٫۸۰ روپے

نوٹ
اشتہارات کی ذمہ داری مشتہرین پر ہوگی

پاکستان کی خارجہ سیاست اور مسئلہ کشمیر

پاکستان کی خارجہ سیاست کی خشت اوّل ہی چوہدری ظفر اللہ خاں قادیانی نے ٹیڑھی رکھی تھی اس لئے یہ عمارت اوپر تک ٹیڑھی چلی گئی ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اب خطرہ تھا کہ ثریا سے گر کر یہ دیوار تحت الثریٰ میں نہ جا پہنچے لیکن اب پاکستان پر اس ٹیڑھی دیوار کی حقیقت منکشف ہو چکی ہے اور اس کو دور کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

بھارت کے خلاف چین کے حملہ سے نہرو چیں بجبیں ہوا تو امریکی اور برطانوی افواج و آلاتِ جنگ کا تانتا بندھ گیا اور تاحال برابر سامانِ جنگ بھارت پہنچ رہا ہے اور ان حکومتوں کے اعلانات کے مطابق ابھی سامانِ جنگ آتا رہے گا۔ اب اگر بنئے جنگ سے گریز بھی کریں تو امریکہ اور برطانیہ کی یہی کوشش ہوگی کہ بھارت اور چین کے درمیان جنگ ہو۔

بھارت نے چین کے ساتھ محاذ قائم کر کے جہاں سامانِ جنگ اکٹھا کر لیا، اسلحہ کے کارخانے قائم کئے اور اربوں روپیہ عوام سے بٹورا، وہاں ان کی جنگی ساکھ کو خطرناک دھکا لگا۔ اب چین خواہ سو میل پیچھے ہٹ جائے لیکن اس نے جنگی دھاک بٹھا دی ہے۔

پاکستان کے لئے یہ موقع غنیمت تھا کہ جب چین اور بھارت آپس میں سرحدی تنازعات طے کرنے میں مصروف ہیں ہم بھی اپنے لاکھوں مظلوم کشمیری بھائیوں کو جہاد کے ذریعہ آزاد کرا لیتے۔

مگر اے بسا آرزو کہ خاک شد

اس موقع پر ہمارے دوست ہی آڑے آ گئے امریکہ اور برطانیہ جو ہمارے حلیف تھے بھارت اور چین کی لڑائی میں بھارت کے حلیف بن بیٹھے۔ پاکستان کو بھی بھارت کی امداد پر مجبور کیا جاتا رہا اس کھلی طوطا چشمی کے بعد پاکستانی عوام کا قطعی فیصلہ یہ تھا کہ اب ان دوستوں سے اگر دوستی ختم نہ کی جائے تو بھی معاہدات فی الفور ختم کر دینے چاہئیں، ہماری خارجہ سیاست آزاد ہو، پاکستان اور اسلامی مفاد کا تقاضا چین سے معاہدہ کرنے میں ہو تو کیا جائے اگر اور کسی ملک سے دوستی بڑھانے میں پاکستان کا مفاد ہو تو اس سے قطعاً گریز نہ کرنا چاہئے۔

لیکن عوام کی یہ امید پوری نہ ہو سکی کیونکہ جہاد کے نام سے بھارت کے علاوہ امریکہ کی روح بھی کانپتی ہے اس لئے اس کی یہ کوشش ہے کہ پاکستان اس مناسب وقت سے فائدہ نہ اٹھائے اسی لئے تو امریکہ اور برطانیہ نے پاکستان پر دباؤ ڈالنا شروع کیا تھا کہ پاکستان بھارت کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائے۔ لیکن جب پاکستان نے امریکہ اور برطانیہ کے اس اقدام کی پروا نہ کی تو پھر انھوں نے بھارت سے مل کر نئی چال چلی اور نہرو ایوب ملاقات کے لئے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا۔ جس کے مطابق پاکستان اور بھارت پہلے کشمیر کے تصفیہ کے لئے وزارتی سطح پر بات چیت کریں گے اور ایوب نہرو ملاقات کے لئے زمین ہموار کی جائے گی لیکن مسٹر نہرو نے اس مشترکہ اعلان کے دوسرے روز ہی بھارت پارلیمنٹ میں یہ اعلان کر دیا کہ:-

"ہم اپنے اصول نظر انداز نہیں کر سکتے کیونکہ کشمیر میں موجودہ صورت حال کو بدلنا سخت نقصان دہ ہوگا"

بھارت کے اس اعلان سے یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ اس مشترکہ اعلان کی عیاری اور مکاری کے علاوہ اور کوئی حقیقت نہیں گو بھارت کے وزیر اعظم اس کی تردید میں یہ کہہ چکے ہیں کہ مشترکہ اعلان میں کوئی شرط مقرر نہیں کی گئی۔ ہماری حکومت کو اس پر خصوصی توجہ دیتے ہوئے اس کا فوری تجزیہ کرنا چاہئے کیونکہ اس سے قبل بھارت رائے شماری کا وعدہ کرنے کے باوجود انکار کر چکا ہے لیکن اب تو اس نے وعدہ بھی نہیں کیا یہ تو صرف امریکہ، برطانیہ اور بھارت کی شاطرانہ چال ہے کہ بھارت اور چین کا جس وقت تک تنازعہ باقی ہے اس وقت تک کسی طرح پاکستان کو خاموش کر دیا جائے۔ لیکن ہمیں اپنے مفاد کو امریکہ یا برطانیہ کے مفاد پر قربان نہیں کرنا چاہئے جیسا کہ صدر مملکت بھی اعلان کر چکے ہیں کہ ہم اپنے مفاد کو قربان کر کے کسی کو دوست نہیں بنائیں گے۔

ہاں تو ہم پاکستان کی سیاست کا ذکر کر رہے تھے کہ وہ ڈگمگاتی ڈگمگاتی اپنے پاؤں پر کھڑی ہو گئی۔ صدر مملکت نے چودھری ظفر اللہ خاں کی اس ٹیڑھی اور گرنے والی عمارت کے نیچے اپنی سیاست کے ستون کھڑے کر دئے ہیں۔ فی الحال عمارت گرنے سے بچ گئی۔ مگر صحت مند سیاست خارجہ کے لئے اس غلط معمار کو برطرف اور غلط عمارت کو گرا دینا چاہئے۔ اس وقت تو دو چار ستون لگنے سے وہ بچ گئی ہے مگر یہ ستون بھی کہیں کرم خوردہ نہ ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ صدر محترم اس بوسیدہ سیاسی عمارت کا ملبہ ہٹا کر نئے سرے سے مضبوط بنیادوں پر اس کو استوار کریں۔ کیونکہ اب ہم بفضلہ تعالیٰ مضبوط ہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے اپنے فرائض کی بجا آوری کی طاقت رکھتے ہیں۔ کوئی وجہ (باقی صفحہ ۱۷ پر)

مجلسِ ذکر

مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۶۲ء بروز جمعرات بمطابق ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۸۲ھ

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ نے مندرجہ ذیل تقریر مجلس ذکر کے بعد ارشاد فرمائی

ذکر کے فضائل

مرتبہ: خالد سلیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد

مجلس ذکر کے بعد حضرتؒ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہماری روحانی اصلاح کے لئے کچھ نہ کچھ فرمایا کرتے تھے۔ ہم اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں مل کر ذکر الٰہی کرتے ہیں۔ بعض حضرات اس طرح ذکر الٰہی کرنے پر اعتراضات کرتے ہیں کہ یہ وقت کا ضائع کرنا ہے۔

آج ایک پروفیسر صاحب سے جو امریکہ اور لندن سے پڑھ کر آئے ہیں کچھ بات چیت ہو گئی۔

ان صاحب نے مسلمانوں کے زوال کے بارے میں کچھ سوالات کئے۔ تو میں نے کہا کہ بے شک ہم دنیوی اعتبار سے بھی بہت پیچھے ہیں لیکن سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہمارے دلوں میں خوف خدا نہیں رہا۔ اسلام کے پروگرام اخلاقیات ہم نے ترک کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف کوئی دھیان نہیں ہے، آخرت کا کوئی فکر نہیں۔ ہر جائز و ناجائز طریق سے دنیا حاصل کرنے کی فکر دامنگیر ہے۔

وہ کہنے لگے کہ امریکہ اور روس کے دل میں بھی تو خوفِ خدا نہیں اور نہ وہ اللہ اللہ کرتے ہیں لیکن وہ اس وقت بہت ترقی کر رہے ہیں۔ تو میں نے اُس سے پوچھا کہ بتاؤ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام و صحابہ کرامؓ جن کے پاس کوئی مادی قوت نہیں تھی، نہ ہوائی جہاز، نہ ایٹم بم اور نہ ہی دوسرے مادی وسائل تھے۔ لیکن اس کے باوجود تھوڑے عرصہ میں مٹھی بھر مسلمان ساری دنیا پر قابض ہو گئے۔ اس کی کیا وجہ تھی؟ اس کی وجہ یہی تھی کہ اُن کے دلوں میں خدا کا خوف تھا وہ آخرت کی زندگی پر کامل یقین رکھتے تھے۔ اُن کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق درست تھا۔ وہ مسلمان ذات الٰہی کے سامنے اپنے وسائل رکھ کر گڑگڑاتے اور دُعا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی نصرت و امداد ان کے ساتھ ہوتی تھی۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بھی ذکر اللہ کرنے کی تلقین کی ہے۔ اس کے جواب میں اس نے کہا کہ یہ سب مولویوں کے ڈھکوسلے ہیں۔ میں نے پرویز صاحب کی کتابیں پڑھی ہیں۔ کہیں اللہ تعالیٰ کا ذکر اور تسبیح ہاتھ میں لے کر اللہ ہو کرنے کا نہیں لکھا۔ اس کے جواب میں ان کے سامنے میں نے قرآن و حدیث کے دلائل پیش کئے، لیکن اس نے کہا کہ پرویز صاحب جو اس کا ترجمہ کریں گے وہ درست ہے۔ باقی سب غلط۔

بہرحال قرآن و حدیث کا فرمان ہے:۔

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ رکوع ۱۸)

ترجمہ: پس تم میری یاد کرو۔ میں تمہیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرتے رہو اور ناشکری نہ کرو۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ اے باری تعالیٰ کوئی ایسا کلمہ بتائیں جس کو پڑھنے سے آپ کا قرب حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کثرت سے پڑھا کرو۔ عرض کی کہ سارے لوگ یہی کلمہ پڑھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگر اس کلمہ کو ترازو کے ایک پلڑہ میں رکھ دیا جائے اور باقی تمام کائنات دوسرے پلڑا میں رکھ دی جائے تو یہ کلمہ یعنی لا الٰہ الا اللہ والا پلڑا پھر بھی بھاری رہے گا۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّسَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔

اور کثرت سے اپنے رب کو یاد کیا کیجئے اور صبح و شام تسبیح کیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے کی بہت زیادہ تلقین فرمائی ہے۔ قرآن مجید میں ایک اور جگہ فرماتے ہیں:۔

اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ

(آل عمران رکوع ۲۰)

ترجمہ: عقلمند وہ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ کھڑے بھی اور بیٹھے بھی اور لیٹے بھی۔ اور آسمانوں اور زمینوں کے پیدا ہونے میں غور کرتے ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار آپ نے یہ سب بے کار تو پیدا نہیں کیا۔ ہم آپ کی تسبیح کرتے ہیں۔ آپ ہم کو عذاب جہنم سے بچا لیجئے۔

جامع الصغیر ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین شخصوں کی دعا رد نہیں فرماتا:

اوّل: اس شخص کی دعا جو کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہو۔ دوسرے مظلوم کی۔ تیسرے وہ بادشاہ جو ظلم نہ کرتا ہو۔

یاد خداوندی کے مختلف طریق ہیں:۔

نماز، روزہ، ذکر اللہ، لا الٰہ الا اللہ کا ذکر کرنا یہ سب اللہ تعالیٰ کے ذکر ہیں۔

لیکن آج کل اس دنیاوی تعلیم اور روس و امریکہ نے اس قدر ہمارے نوجوانوں کے ذہنوں کو خراب اور گندہ کر دیا ہے کہ قرآن مجید کا وہ ترجمہ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے غلاموں نے کیا ہے۔ اولیاء اللہ، علمائے ربانی، محدثین و مفسرین نے کیا ہے وہ اُن کے نزدیک بالکل غلط اور پرویز صاحب کا ترجمہ بالکل صحیح، جنہوں نے کسی عالم ربانی سے نہ تو کچھ حاصل کیا اور نہ ہی کسی محدث و مفسر سے قرآن مجید اور حدیث الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معانی و مطالب سمجھے۔

آج ہم نے قرآن مجید کے احکامات کو بالکل پس پشت ڈال دیا ہے اسی وجہ سے ہم زندگی کے ہر شعبہ میں نقصان اٹھا رہے ہیں۔

جنگِ احد میں صحابہ کرامؓ کو حضور علیہ السلام کے ایک فرمان کی نادانستہ طور پر معمولی کوتاہی کے عوض عارضی شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ لیکن آج ہم قرآن و حدیث سے غافل اور اسے (باقی ص۱۴ پر)

خطبہ یوم الجمعہ ۲ رجب سنہ ۱۳۸۲ھ بمطابق ۳۰ نومبر سنہ ۱۹۶۲ء

اسلام کا ضابطہ انصاف

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفٰی وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفٰی

امابعد

اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ

تا

بُہْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝

ترجمہ: بے شک ہم نے تیری طرف سچی کتاب اتاری ہے تاکہ تو لوگوں میں انصاف کرے جو کچھ اللہ تمہیں سوجھاوے اور تو بد دیانت لوگوں کی طرف سے جھگڑنے والا نہ ہو۔ اور اللہ سے بخشش مانگ اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور ان لوگوں کی طرف سے مت جھگڑو جو اپنے دل میں دغا رکھتے ہیں۔ جو شخص دغا باز گنہگار ہو بیشک اللہ اُسے پسند نہیں کرتا۔ یہ لوگ انسانوں سے چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ وہ اُس وقت بھی اُن کے ساتھ ہوتا ہے جب کہ رات کو چھپ کر اُس کی مرضی کے خلاف مشورے کرتے ہیں۔ اور ان کے سارے اعمال پر اللہ احاطہ کرنے والا ہے۔ ہاں تم لوگوں نے ان مجرموں کی طرف سے دنیا کی زندگی میں جھگڑا کر لیا پھر قیامت کے دن ان کی طرف سے اللہ سے کون جھگڑے گا۔ یا ان کا وکیل کون ہوگا؟ اور جو کوئی بُرا فعل کرے یا اپنے نفس پر ظلم کرے پھر اس کے بعد اللہ سے بخشوائے تو اللہ کو بخشنے والا مہربان پاوے۔ اور جو کوئی گناہ کرے سو اپنے ہی حق میں کرتا ہے اور اللہ سب باتوں کو جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی خطا کرے یا گناہ کرے پھر کسی بے گناہ پر تہمت لگاوے تو اس نے بڑے بہتان اور صریح گناہ کا بار سمیٹ لیا۔

مذکورہ آیاتِ قرآنی کا شانِ نزول یا پس منظر یہ ہے کہ انصار کے قبیلہ بنو اُبیرق کے ایک گھرانے میں تین بھائی مسلمان تھے اور ان کا ایک بھائی بشیر یا طعمہ منافق تھا۔ ایک مرتبہ چور حضرت رفاعہ بن زید انصاریؓ کے گھر میں نقب لگا کر ان کے ہتھیار اور میدے کی ایک بوری لے گئے۔ اتفاق سے تھیلا پھٹا ہوا تھا۔ آٹا برابر راستے میں گرتا گیا۔ اس نے سوچا کہ چوری کا مال گھر میں رکھا تو پکڑا جاؤں گا۔ راتوں رات وہ ہتھیار اور آٹا ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا۔ صبح ہوئی تو مالک گرے ہوئے آٹے سے سراغ لگا کر اس کے گھر پہنچا۔ لیکن مال اُس کے گھر میں نہ نکلا۔ باہر آیا تو آگے بھی آٹا گرا ہوا نظر آیا۔ غرض یہودی کے ہاں پہنچ گیا۔ اور اپنا مال اُس کے گھر پا کر اُس کو پکڑ لیا۔ یہودی نے کہا میرے پاس تو وہ فلاں شخص امانت کے طور پر رکھ گیا ہے میں نے چوری نہیں کی۔ چور نے اور اُس کے کنبے والوں نے کہا کہ یہودی چور ہے۔ حضرت رفاعہؓ نے اپنے برادر زادہ قتادہ بن نعمان سے کہا کہ تم آستانِ نبوت میں جا کر واقعہ بیان کرو تو عجب نہیں کہ ہمارا مال مل جائے۔ انہوں نے جا کر سارا واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ جب منافق کے اقربا نے سُنا کہ استغاثہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہو چکا ہے تو وہ آکر کہنے لگے یا رسول اللہ! قتادہ بن نعمانؓ اور ان کے چچا رفاعہؓ ہمارے آدمی پر جو مسلمان ہو چکا ہے ناحق چوری کی تہمت لگاتے ہیں اس کے بعد قتادہؓ حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے فرمایا تم ایسے شخص پر بغیر کسی ثبوت کے چوری کی تہمت لگاتے ہو جو مسلمان ہو چکا ہے۔ یہ سُن کر قتادہؓ کے دل میں آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میں نے آپ سے چوری کی شکایت نہ کی ہوتی۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ خالق کردگار نے اپنے رسول پر یہ آیات نازل فرمائیں اور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودی کو بری کر دیا۔

بہرحال ان آیاتِ بیّنات کا حاصل یہ ہے کہ:

(۱) تمام فیصلے جو کچھ بھی کئے جائیں، مرضئ الٰہی اور قرآن ہی کے مطابق و ماتحت کئے جائیں نہ کہ اپنے ہوائے نفس کے موافق یا کسی انسانی دماغ کے گھڑے ہوئے آئین و دستور کے ماتحت اور کسی کی رعایت یا طرفداری کا کوئی پہلو فیصلوں میں نہ ہونا چاہیئے۔

(۲) ایک مسلمان جج کو چاہیئے کہ حق و انصاف کا دامن کسی حال میں بھی ہاتھ سے نہ چھوڑے اور اس خیال سے کہ ایک فریق مسلمان ہے یا جج کی برادری کنبے یا قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ جج کو کسی کی طرفداری نہ کرنی چاہیئے۔

(۳) مسلمان جج ہمیشہ خدا سے مدد مانگتا رہے کیونکہ جج کا منصب بلند اور قضاء کا معاملہ نہایت ہی نازک ہے ایسا نہ ہو کہ طبیعت کے میلان سے کوئی لغزش ہو جائے۔

(۴) جج کو کوئی ایسی بات نہ کرنی چاہیئے۔ جس سے کسی فریق کی وکالت کی بُو آئے۔

(۵) مسلمانوں کو نہیں چاہیئے کہ ہم مذہب ہونے کی وجہ سے یا اپنے خاندان و قبیلہ میں سے ہونے کی وجہ سے کسی مجرم کی حمایت کریں اور عدل و انصاف کی راہ میں حائل ہونے کی غرض سے جتھا بندی کریں۔ دنیا کی نگاہیں نہ دیکھتی ہوں لیکن خدا تو دیکھ رہا ہے کہ کون مجرم ہے کون نہیں ہے؟

(۶) کسی فرد کو مجرم جان کر بھی حق پوشی اور باطل کوشی کرنے والے اسلام کی نظر میں خائن اور گنہگار بڑے درجے کے ہیں۔

(۷) یہ حقیقتِ کبریٰ ہر وقت مسلمان کے پیشِ نظر ہونی چاہیئے کہ اصل پیشی

اور جوابدہی تو عدالتِ آخرت ہی کی ہے یہاں کسی طرح اگر بات بنا بھی لی گئی تو کیا ہوتا ہے۔ مومن کے لئے اصل خوف کی چیز تو وہی آخرت کی عدالت ہے جہاں کسی قسم کی بھی تلبیس کی گنجائش نہیں کیونکہ نظامِ کائنات کا برپا کرنے والا اور کائنات کی ہر شے کا خالق خدا علیم کل ہونے کی حیثیت سے سب کے چھوٹے بڑے گناہوں سے باخبر ہے اور حکیم ہونے کے اعتبار سے وہ جزا و سزا بھی سب کے مناسب حال ہی تجویز کرتا ہے

(۸) جو برائی کرتا ہے اُس کی برائی اس پر ہے۔ پس یہ خیال نہ کرو کہ یہ شخص ہمارا ہم مذہب، ہم عقیدہ یا رشتہ دار ہے اور اگر اس کا جرم ثابت ہو گیا اور اسے سزا ملی تو ہم پر بھی دھبہ لگ جائے گا اور ہماری آبرو لٹ جائے گی۔

(۹) خود قصد کرنا، گناہ یا قصور کا ارتکاب کرنا اور اُسے کسی دوسرے کے سر تھوپ دینا قرآنی اخلاقیات اور اسلامی تعلیمات میں ضمیر و اخلاق کی انتہائی پستی کا نمونہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک معصیت کے بعد دوسری معصیت کا ارتکاب کرنا ہے۔ ہو سکتا ہے دنیا کی عدالت اس باب میں دھوکا کھا جائے لیکن خدا جس کے ہاتھ میں اقتدارِ اعلیٰ ہے اس کی عدالت کو کیونکر دھوکا دیا جا سکتا ہے۔

یہ ہے اسلام کے ضابطۂ انصاف کی ایک ہلکی سی جھلک۔ مذکورہ آیاتِ قرآنی کی روشنی میں۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجئے۔ کہ اگر ان تمام باتوں کو بروئے کار لایا جائے اور ان پر عمل پیرا ہوا جائے تو بے انصافی کا نام و نشان بھی کہیں مل سکتا ہے؟ اور پھر اسی پر بس نہ کیجئے اس آئینے میں اپنی صورت دیکھئے اور اندازہ فرمائیے۔ کہ کہیں دور کی نسبت بھی ہے۔ ہمیں قرآنی اخلاقیات اور اسلامی تعلیمات سے؟

محترم حضرات!

اگر آپ غور فرمائیں تو اخلاقیات، ہی میں نہیں معاملات میں، انتظامات میں، سیاسیات میں، معاشیات میں، گھر میں، دنیا میں، غرض ہر شعبۂ حیات، عدل و انصاف۔ انتہائی شرافت اور بلندیٔ اخلاق کا مظہر نظر آئے گا۔ بنی نوع انسان کی خدمت اور عیال اللہ کے کام آنے کا فریضہ جو بہترین تقویٰ ہے، عدل ہی سے عبارت ہے۔ عدل ہی پر حکومت کی بنائیں استوار ہوتی ہیں، عدل ہی سے امن قائم ہوتا ہے۔ عدل ہی فتنہ و فساد کی جڑ کاٹتا ہے اور عدل ہی سے کسی حاکم و حکومت نہیں بلکہ قومی شرافت و عظمت کا اندازہ لگایا جاتا ہے۔ عادل کی عزت کرنے پر دنیا مجبور ہوتی ہے اور اس کا نام ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ عدلِ نوشیروانی اور عدلِ فاروقی آج بھی مثال کے طور پر پیش کیا جاتا ہے اور مشہور ہے۔ عدل بہترین خدمتِ انسانی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے عدل پر بہت ہی زیادہ زور دیا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰى وَیَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْیِ کو پڑھیے۔ تمام چیزیں نہایت اہم اور ضروری ہیں۔ احسان اور ایتاء ذی القربیٰ کی اہمیت سے کون انکار کر سکتا ہے لیکن اللہ جل شانہٗ نے ان میں بھی سب سے مقدم رکھا وہ عدل ہی ہے۔

برادرانِ عزیز! عدل کہنے کو ایک معمولی سا لفظ ہے لیکن اس کی راہ میں نفسانی خواہشات، شیطانی ترغیبات، انسانی مصالح اور سیاسی اغراض کے بے شمار موانع پہاڑ کی صورت میں کھڑے ہوتے ہیں جن کی موجودگی میں عدل کرنا بہت ہی مشکل کام بن جاتا ہے۔ دشمنوں کی دشمنی، عزیز داروں کا پاس، احسانات سے زیر باری، اپنوں کی رعایت کا جذبہ، جگر پاروں کی سفارشیں اور اگر حاکم ماتحت ہو تو افسرانِ بالا کا ایماء یہ ایسے موانع ہیں اور ان کا ایک ایسا وسیع جال بچھا ہوا ہے کہ اس سے کوئی شخص ہی بچ کر نکل سکتا ہے۔ اور یہی مشکلات ہیں جن کے باعث اسلام نے ایک لمحہ عدل کو ساٹھ برس کی عبادت کے برابر قرار دیا ہے۔ ورنہ عبادت اور وہ بھی ساٹھ سالہ بڑی اور بہت بڑی چیز ہے۔ مگر یہ حقیقت اپنی جگہ قائم ہے کہ انصاف کا ایک لمحہ ساٹھ برس کی مدت سے طویل ہی نہیں سخت، صبر آزما اور مشکلات سے لبریز ہوتا ہے۔ ایک بہت بڑے قبیلے کا طاقتور سردار اسلام قبول کر کے اس درجہ مستعد ہو جاتا ہے کہ جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طائف کا محاصرہ چھوڑ کر واپس چلے آئے ہیں تو یہ وطن سے دلیرانہ طور پر چل کھڑا ہوتا ہے۔ طائف کو جانبازوں کو اتنا دباتا ہے کہ وہ اطاعت پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ فوراً خوش خبری لے کر دربارِ نبوت میں حاضر ہوتا ہے۔ عین اُسی وقت ایک قبیلہ کے لوگ آ کر عرض کرتے ہیں کہ اس سردار نے ہماری پھوپھی کو پکڑ رکھا ہے۔ اسے واپس دلا دیجئے۔ آپ حکم دیتے ہیں اور وہ فوراً واپس کر دیتا ہے۔ اس کے بعد ایک اور قبیلہ کے لوگ بڑھ کر عرض کرتے ہیں کہ اپنے زمانۂ کفر میں اس نے ہمارے چشمہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب یہ اسلام لے آیا ہے ہمارا چشمہ واپس دلا دیجئے۔ کتنا نازک موقع ہے۔ سردار اور بہت طاقتور قبیلے کا طاقتور سردار ہے۔ ابھی ابھی اسلام پر بہت بڑا احسان کر چکا ہے۔ نیا نیا اسلام لایا ہے۔ احسان کا بدلہ ملنے کے بجائے الٹا ایک فیصلہ اُس کے خلاف ہو چکا ہے اور دوسرا اور ہونے والا ہے۔ ایسے وقت میں عنانِ عدل کا ہاتھ سے چھوٹنا معجزۂ نبوت ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ یہ فیصلہ بھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور وہ اسے ماننا پڑتا ہے۔

انتہا یہ ہے کہ اس وقت خود آقائے دو جہاں سید الانس و جاں فخر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی نیچی ہو گئی تھیں۔ چہرے پر مروت کی سرخی دوڑ گئی تھی۔ اور زبانِ نبوت سے ان الفاظ کا صدور ہوا تھا کہ مجھے افسوس ہے کہ اس سردار کو اس کی خدمت و احسان کا کوئی بدلہ نہ ملا مگر قیامت کے دن یہ یقیناً سرخرو ہوگا۔ اس انصاف کی نظیر کوئی قوم پیش کر سکتی ہے تاریخ عالم میں؟

جبلہ بن ایہم سلطنت غسان کا شہزادہ تھا۔ عیسائیت چھوڑ کر عہد فاروقی میں داخل اسلام ہوا۔ امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ ہمیشہ اس کی عزت کیا کرتے تھے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ وہ طواف کعبہ کر رہا تھا۔ اُس کے شاہانہ چوغہ کا دامن فرش پر گھسٹتا جاتا تھا۔ پیچھے سے ایک اور بدوی بھی طواف کر رہا تھا۔ اُس کا پاؤں دامن چوغہ پر پڑ گیا۔ جبلہ نے لوٹ کر دیکھا تو اسے ایک بادیہ نشین گنوار نظر آیا جو مستانہ و لاابالانہ حالت میں انتہائی جذب و شوق کے ساتھ مصروفِ طواف ہے۔ اُس کی ظاہری حالت دیکھ کر شہزادے کو اور بھی زیادہ (باقی ص۱۰)

حافظ مجیب اللہ ندوی

حضرت فضیل بن عیاض

تبع تابعین میں جن بزرگوں کا زہد و اتقاء ضرب المثل تھا، ان میں فضیل بن عیاض بھی تھے۔ علم و فضل کے لحاظ سے بھی معاصرین میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ مگر دلوں میں اُن کی فضیلت اور عظمت و جلالت، ان کی زہد و اتقاء ہی کی وجہ سے تھی۔ ان کی زندگی توبہ و انابت الی اللہ کی صحیح تصویر تھی۔

خاندان

ان کا خاندان صوبہ خراسان کی ایک بستی خانقان کا رہنے والا تھا۔ جو بعد میں سمرقند میں آباد ہو گیا تھا۔ اس سمرقند کے قریب ایک بستی ابیورد تھی۔ وہیں ان کی ولادت ہوئی۔

ابتدائی حالات

فضیل گو ایک آزاد مسلمان گھرانے میں پیدا ہوئے مگر ان کو سازگار ماحول نہیں ملا، جس کی وجہ سے ان کی عادتیں بگڑ گئیں اور کچھ دنوں میں وہ ایک مشہور ڈاکو کی حیثیت سے مشہور ہو گئے۔ ان کی ڈاکہ زنی کا اتنا چرچا تھا کہ خراسان کے آس پاس قافلے گزرتے ہوئے ڈرتے تھے۔

توبہ

ان کی زندگی کے یہی لیل و نہار تھے کہ یکایک فضل ایزدی نے ان کا دامن پکڑا اور ان کو توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔ ان کے توبہ کی داستان میں کتنوں کے لئے سامان بصیرت ہے۔ ان کو کسی لڑکی سے عشق ہو گیا تھا، مگر خواہش نفس کی تکمیل کی کوئی سبیل پیدا نہیں ہو رہی تھی۔ ایک دن موقع پا کر اس کی گھر کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہونا چاہتے تھے کہ کسی خدا کے بندے نے یہ آیت تلاوت کی:۔

الم یان للذین اٰمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ۔

ترجمہ: کیا ابھی اہل ایمان کے لئے وقت نہیں آیا ہے کہ ان کے دل اللہ کی یاد کے لئے جھک جائیں۔

کلام الٰہی کی یہ دل گداز آواز ان کے کانوں میں پہنچی اور کانوں کے ذریعہ دل میں اتر گئی۔ ایمان کی دبی ہوئی چنگاریاں بھڑک اٹھیں۔ بے اختیار بول اُٹھے، یا رب آن۔ اے پروردگار وہ وقت آ گیا کہ میں بحر معاصی سے نکل کر تیرے دامن رحمت میں پناہ لوں۔ وہاں سے وہ اسی وقت واپس ہوئے۔ رات کا وقت تھا اس لئے ایک خرابہ میں ٹھہر گئے۔ پاس ہی کوئی قافلہ پڑاؤ ڈالے پڑا تھا، اہل قافلہ آپس میں مشورہ کر رہے تھے کہ کب رختِ سفر باندھا جائے۔ بعضوں کا خیال تھا کہ اسی وقت چل دینا چاہئے۔ مگر اہل تجربہ نے رائے دی کہ صبح سے پہلے سفر کرنا خطرے سے خالی نہیں ہے، اسی راستہ پر فضیل قافلوں پر ڈاکے ڈالتا ہے۔ فضیل کا بیان ہے کہ میں نے دل میں سوچا کہ میں رات بھر معاصی میں غرق رہتا ہوں اور بندگان خدا مجھ سے ڈرتے ہیں۔ حالانکہ خدا نے ان کے درمیان مجھے اس لئے نہیں بھیجا ہے پھر صدق دل سے توبہ کی اور یہ دعا کی:۔

اللھم انی تبت الیک وجعلت توبتی مجاورۃ البیت الحرام۔

اے پروردگار میں تیری طرف پلٹتا ہوں اور اس توبہ کے بعد اپنی زندگی کو تیرے گھر کی خدمت کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔

اس توبۂ نصوح کے بعد ان کو علم دین کی تحصیل کا شوق دامن گیر ہوا اور اسی شوق میں وہ ترک وطن کرکے کوفہ آئے۔ یہاں امام اعمش، شیخ منصور اور بعض دوسرے ائمہ حدیث سے اکتساب فیض کیا، پھر حسب وعدہ جوار حرم کو اپنا مسکن بنایا۔ اور پھر اسی کے سایہ میں پوری زندگی بسر کر دی۔

علمی مقام

پچھلی زندگی کا ان پر کچھ ایسا ردعمل ہوا تھا کہ وہ گوشہ گیر ہو کر یک گونہ دنیا سے بے تعلق ہو گئے تھے۔ عام طور پر محدثین، ایسے زاہدوں اور گوشہ گیروں کا کوئی علمی مقام نہیں دیتے تھے اور نہ ان کی روایتوں کو قبول کرتے تھے۔ مگر فضیل بن عیاض کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی، ان کی روایتوں کو ائمہ محدثین نے قبول کیا ہے۔ اور خود بخاری نے ان سے روایت کی ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فضیل بن عیاض کی زہد پسندی نے انہیں حصول علم دین سے بے نیاز نہیں کر دیا تھا۔ توبہ کے بعد گو ان کی عمر کافی ہو چکی تھی لیکن وہ اس کے باوجود کوفہ پہنچے اور وہاں ممتاز شیوخ حدیث و فقہ سے استفادہ کیا۔

ان کے ممتاز شیوخ فقہ و حدیث یہ ہیں:۔ امام اعمش، سلیمان التیمی، منصور بن معتمر، حمید الطویل، یحییٰ بن سعید الانصاری، محمد بن اسحاق، جعفر بن محمد الصادق، اسماعیل بن خالد، سفیان ثوری وغیرہ۔ فقہ میں خاص طور پر انہوں نے فقہ کے سب سے ممتاز ائمہ امام ابوحنیفہ اور محمد بن ابی لیلیٰ سے استفادہ کیا تھا۔

زہد و اتقاء میں ان سے استفادہ کرنے والوں کی تعداد کا حصر تو ناممکن ہے مگر جن لوگوں نے زہد و اتقاء کے ساتھ ان سے علمی استفادہ کیا تھا۔ ان کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ سفیان ثوری گو ان کے شیوخ میں ہیں مگر خود انہوں نے بھی ان سے روایت کی ہے۔ اسی طرح سفیان بن عیینہ، ابن مبارک اور امام شافعی ان کے تلامذہ میں ہیں۔ ان کے علاوہ یحییٰ بن سعید القطان، ابن مہدی، عبدالرزاق، حمیدی، ابن وہب، اصمعی، یحییٰ بن اللیثی وغیرہ نے ان سے استفادہ کیا تھا۔

روایت حدیث میں احتیاط

تمام محدثین نے ان کی علم و فضل کا اعتراف کیا ہے۔ ان کی روایتیں قبول کی ہیں۔ لیکن اس کے باوجود تحدیث روایت سے حتی الامکان گریز کرتے تھے۔ امام نووی نے لکھا ہے وہ حدیث نبوی سے سخت خائف رہتے تھے۔ اور اس کی روایت ان پر بہت گراں گزرتی تھی۔ خاص طور پر کسی غیر محدث سے حدیث کی روایت کو تو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ ایک بار کسی نے ان سے کہا کہ آپ جعفر بن یحییٰ سے روایت نہیں کرتے فوراً بولے کہ میں حدیث نبوی کو اس سے بلند سمجھتا ہوں کہ اس کی روایت ابن یحییٰ سے کی جائے۔ فرماتے تھے کہ اگر کوئی مجھ سے درہم و دینار مانگ لے تو یہ میرے لئے آسان ہے مگر مجھ سے تحدیث کی فرمائش

نہ کرے۔

محدثین کا اعتراف

ان کے علم و فضل کی زیادہ تفصیل تذکروں میں نہیں ملتی۔ ابن جوزی نے ان کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اگر وہ مل جاتی تو البتہ ان کے بارے میں کافی معلومات ملتیں۔ لیکن ممتاز ائمہ حدیث و فقہ نے ان کے بارے میں جو رائے دی ہے اس سے کسی حد تک ان کے علم و فضل کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

سفیان بن عینیہ نے ان کو ثقہ قرار دیا ہے، قاضی شریک نے ان کو حجت کہا ہے۔ ابن ناصرالدین نے امام الحرم شیخ الاسلام قدوۃ الاعلام وغیرہ کے الفاظ سے ان کا تذکرہ کیا ہے۔ دارقطنی اور نسائی نے ثقہ اور ابوحاتم نے صدوق کہا ہے۔ ابن سعد نے ان کو ثقہ، فاضل، متقی اور کثیر الحدیث بتایا ہے۔ امام نوری نے لکھا ہے کہ ان کی توثیق پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے، وہ صحیح الحدیث اور صدوق اللسان تھے، ان کی روایتیں صحیح اور سچی ہوتی تھیں۔ ان کے علم و فضل کی توثیق کے لئے یہ بات کافی ہے کہ ان سے سفیان ثوری، یحیٰی بن سعید القطان، امام بخاری، امام مسلم جیسے ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ بعض محدثین ان کی روایت کے قبول کرنے میں کچھ تامل بھی کرتے تھے، مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔

زہد و اتقاء

ان کے صحیفہ زندگی کا سب سے تابناک باب یہی ہے۔ ابن مبارک جن کا زہد و اتقا خود ضرب المثل تھا وہ فرماتے ہیں کہ فضیل اس زمانہ کے سب سے متقی آدمی تھے۔ دوسری روایت ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ میرے نزدیک زمین پر اس وقت ان سے زیادہ افضل آدمی کوئی دوسرا نہیں ہے۔ خلیفۂ وقت ہارون الرشید کہا کرتا تھا کہ علماء میں امام مالک سے زیادہ بارعب اور فضیل بن عیاض سے زیادہ متقی آدمی میں نے نہیں دیکھا۔ ہارون نے جو کچھ کہا تھا وہ سنی سنائی بات نہیں تھی بلکہ خود اس کا ذاتی تجربہ تھا۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے کہ امیرالمومنین ہارون الرشید حج کے لئے نکلے تو مجھ سے بھی ملنے آئے۔ میں نے سنا کہ امیرالمومنین آئے ہیں تو تیزی سے ان کے پاس آیا اور عرض کیا آپ مجھ ہی کو طلب کر لیتے میں خود حاضر ہو جاتا۔ انہوں نے کہا میرے دل میں کچھ خلش ہے، کسی ایسے آدمی کے پاس لے چلو جس سے میں اپنی تسکین حاصل کر سکوں، فضل نے کہا یہاں سفیان بن عینیہ موجود ہیں آپ میرے ساتھ ان کے پاس چلیے۔ چنانچہ ہم لوگ ان کے دروازہ پر پہنچے، دروازہ کھٹکھٹایا انہوں نے اندر سے پوچھا کون؟ میں نے کہا کہ امیرالمومنین آپ سے ملنے آئے ہیں۔ یہ سن کر وہ تیزی سے آئے اور بولے امیرالمومنین! آپ نے بلالیا ہوتا تو میں خود حاضر ہو جاتا ہارون نے کہا کہ اچھا جس کام کے لئے ہم آئے ہیں وہ شروع کیجئے، ہارون نے ان سے کچھ دیر بات چیت کی، پھر پوچھا کہ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے۔ ابن عینیہ نے اثبات میں جواب دیا، ہارون اس کی ادائیگی کا حکم دے کر ان سے رخصت ہوا۔ جب باہر آیا تو اس نے فضل سے کہا کہ تمہارے دوست سے مجھے تسکین نہیں ہوئی کسی دوسرے صاحب علم کے پاس لے چلو فضل عبدالرزاق بن ہمام کی خدمت میں لے گیا، وہاں بھی ہارون کو تسکین نہیں ہوئی، پھر یہ قافلہ فضیل بن عیاض کے پاس پہنچا، ابن عیاض اس وقت نماز میں تھے اور ایک ہی آیت کو بار بار دہرا رہے تھے۔ غالباً جب وہ فارغ ہو گئے تو ان لوگوں نے دستک دی، انہوں نے اندر سے پوچھا کون؟ فضل نے کہا امیرالمومنین آپ سے ملنے آئے ہیں۔ اس کے جواب میں انہوں نے بڑی بے نیازی سے فرمایا مجھ سے امیرالمومنین کو ملنے کی کیا ضرورت ہے فضل نے کہا کہ کیا آپ پر اطاعت ضروری نہیں ہے؟ اس کے بعد ابن عیاض کوٹھے سے نیچے اُترے اور دروازہ کھولا۔ ہم لوگ ان کے پاس بیٹھ گئے، انہوں نے چراغ گل کر دیا اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ گئے۔ اتفاق سے اندھیرے میں ہارون کا ہاتھ فضیل کے بدن پر پڑ گیا۔ فضیل نے کہا کہ کتنا نرم ہاتھ ہے، کاش کل یہ عذاب دوزخ سے بچ جائے۔ ہارون نے اس کے بعد کچھ ہدایتیں کرنے کی فرمائش کی۔ ابن عیاض نے بڑے پُراثر انداز میں فرمایا: کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ منتخب ہوئے تو انہوں نے سالم بن عبداللہ محمد بن کعب القرظی اور رجاء بن حیوۃ کو بلایا۔ اور پُر درد لہجہ میں فرمایا کہ میں اس آزمائش میں ڈال دیا گیا ہوں، آپ لوگ مجھے اس سلسلہ میں مشورہ دیجئے تو انہوں نے خلافت کی ذمہ داری کو بلا (آزمائش) قرار دیا اور آپ اور آپ کے اصحاب نے اس کو محض نعمت قرار دیا ہے۔ سالم بن عبداللہ نے عمر بن عبدالعزیزؒ سے فرمایا کہ اس دنیا میں ایک روزہ دار کی طرح رہنا چاہیے۔ ابن کعب نے کہا کہ جو مسلمان آپ سے بڑے ہیں انہیں آپ اپنے والد کی طرح سمجھیں اور جو متوسط عمر کے ہیں انہیں بھائی سمجھیں اور جو چھوٹے ہیں انہیں اپنا لڑکا سمجھیں، تو باپ کی توقیر کیجئے، بھائی کا اکرام و اعزاز کیجئے۔ اور لڑکے سے پوری محبت و شفقت سے پیش آیئے اور رجاء بن حیوۃ بولے، اگر آپ کل قیامت کے دن عذاب الٰہی سے نجات چاہتے ہیں۔ تو مسلمانوں کے لئے وہی پسند کیجئے جو آپ اپنے لئے پسند کرتے ہیں اور ان کے لئے وہ نہ پسند کیجئے جو آپ اپنے لئے ناپسند کرتے ہیں۔ ابن عیاض نے ہارون کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس دن جس دن لوگوں کے پیر اپنی جگہ سے ڈگمگا رہے ہونگے آپ کے لئے میں بہت خائف ہوں۔ آپ پر خدا رحم کرے کہ آپ کے قریب ایسے لوگ نہیں ہیں جو آپ کو اس طرح کا مشورہ دے سکیں۔ یہ سن کر ہارون پھوٹ پڑا اور اس پر غشی کی کیفیت طاری ہو گئی۔ پھر جب یہ کیفیت دور ہوئی تو ہارون نے کہا آپ پر خدا رحم کرے، کچھ اور ارشاد ہو۔ ابن عیاض نے پھر اسی انداز میں فرمایا کہ امیرالمومنین مجھے یہ بات معتبر طریقہ سے معلوم ہوئی ہے کہ عمر بن عبدالعزیزؒ کے ایک عامل نے ان کو خط کے ذریعہ اپنی کسی تکلیف کا اظہار کیا۔ جواب میں انہوں نے لکھا کہ میرے بھائی میں تم کو دوزخ کے دوزخ میں ابدالاباد تک جاگتے رہنے کی یاد دلاتا ہوں۔ اور ڈرو کہ کہیں تم خدا کے پاس اس حالت میں واپس ہو کہ تم کو بخشش کی کوئی امید نہ رہ جائے۔ جب یہ خط اس عامل نے پڑھا تو سارے کام چھوڑ کر عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو انہوں نے وجہ دریافت کی تو بولا کہ آپ کا خط پڑھ کر میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ اب موت تک کسی ذمہ داری کو قبول نہیں کروں گا یہ سن کر ہارون پر ایک بار پھر رقت طاری ہو

گئی۔ تھوڑی دیر پھر اس نے مزید ہدایت کی خواہش ظاہر کی - ابن عیاض نے فرمایا کہ اے امیرالمومنین! نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ ایک بار خدمت نبویؐ میں آئے اور خواہش ظاہر کی کہ مجھے کسی جگہ کا امیر بنا دیجیے تو آپ نے فرمایا کہ امارت کی ذمہ داری قیامت کے دن سراسر حسرت و ندامت ہوگی تو اس کی خواہش نہ کیجیے۔ اس پر ہارون ایک بار پھر پھوٹ پھوٹ کر رویا اور مزید کچھ کہنے کی خواہش کی۔ آپ نے فرمایا کہ اے خوبرو چہرے والے قیامت کے دن اپنی خلق کے بارے میں خدا تعالیٰ پوچھ گچھ کرے گا - اگر آپ یہ خوبصورت چہرہ آگ سے بچانا چاہتے ہیں تو اس طرح بچائیے کہ کبھی کسی رعیت کی طرف اپنے دل میں کوئی کھوٹ، کینہ نہ رکھیے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص لوگوں کی طرف سے کینہ اور کھوٹ رکھتا ہے۔ اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔ یہ سن کر ہارون پھر رو پڑا، جب سکون ہوا تو اس نے پوچھا کہ آپ پر کسی کا قرض تو نہیں ہے، ابن عیاض نے فرمایا کہ ہاں میرے رب کا قرض میرے اوپر ہے، جس کا وہ محاسبہ کرے گا۔ میری تو ہلاکت ہی ہے، اگر اس نے مجھ سے سوال کیا، میری بربادی ہی ہے۔ اگر اس نے پوچھ گچھ کی اور اس کا جواب اس نے کافی نہیں سمجھا، ہارون بولا میں بندوں کے قرض کے بارے میں آپ سے سوال کر رہا ہوں۔ بولے میرے رب نے اس کا حکم مجھے نہیں دیا ہے، میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تنہا اسی کو رب سمجھوں اور اسی کی اطاعت کروں پھر قرآن کی یہ آیت پڑھی:-

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون ما ارید منھم من رزق وما ارید ان یطعمون ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین۔

ہارون نے کہا یہ ایک ہزار دینار (دس ہزار روپے سے زیادہ) حاضر ہیں، اسے قبول کیجیے اور اپنے اہل وعیال پر صرف کیجیے، بولے سبحان اللہ! میں تو آپ کو نجات کا راستہ بتاتا ہوں اور آپ اس شکل میں بدلہ دینے کی کوشش کرتے ہیں، یہ فرمانے کے بعد بالکل خاموش ہو گئے۔ ہارون اپنے قافلہ کے ساتھ وہاں سے واپس ہوا اور باہر نکل کر فضل سے کہا کہ آئندہ اگر کسی کے پاس لے چلنا تو انہی جیسے آدمی کے پاس لے چلنا۔ یہ واقعۃً سید المسلمین ہیں۔ اس گفتگو سے حسب ذیل باتیں معلوم ہوئیں:-

(۱) ایک یہ کہ حکومت کی ذمہ داری کو عیش وطرب کا ذریعہ نہیں بنانا چاہیے، بلکہ اسے ایک آزمائش سمجھ کر اس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(۲) دوسری بات یہ کہ اسلامی حکومت کے حکمرانوں کی زندگی آخرت کی باز پرس اور احساس ذمہ داری سے خالی نہ ہونا چاہیے۔ اگر اس سے ان کی زندگی خالی ہوگئی تو وہ کبھی عدل و انصاف نہ کر سکیں گے۔

(۳) تیسری بات یہ کہ انہوں نے اس میں مثال زیادہ تر عمر بن عبدالعزیز کی دی جو اموی خلیفہ تھے، جن کے بارے میں عباسی حکمران بدگمان بھی رہا کرتے تھے اور ان سے اپنے کو برتر بھی سمجھا کرتے تھے۔ ابن عیاض نے مثالیں دے کر ان کے اس پندار کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس سے ان کی حد سے بڑھی ہوئی جرأت کا پتہ بھی چلتا ہے اور حکومت وقت سے ان کی ناراضگی کا اظہار بھی ہوتا ہے۔

(۴) چوتھی بات یہ کہ حضرت عباس کو امارت کے قریب جانے سے آپ نے اس لئے منع فرمایا کہ یہ کوئی موروثی چیز نہیں ہے۔ اگر ایسا ہوتا تو آپ اُن کو یہ ذمہ داری ضرور سونپ دیتے، لیکن چونکہ اس کا مدار اہلیت و صلاحیت پر ہے اس لئے آپ نے اس سے ان کو روک دیا۔

حلال ذریعہ رزق

وہ اکل حلال کے سلسلہ میں حد درجہ محتاط تھے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے نہ تو امراء و خلفاء کی مدد قبول کی اور نہ عوام کی، اپنے ہاتھ کی کمائی سے جو کچھ مل جاتا تھا۔ وہ کھا لیتے تھے۔ امام شعرانی کے الفاظ ہیں:

یستقی علی الدوام وینفق من ذالک علی نفسہ وعیالہ (ص ۵۸/۱)

ہمیشہ بہشتی کا کام کرتے تھے اور اسی سے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا خرچ چلاتے تھے۔

خاتونِ ملّت سے

خادم کیتھلی ملتان

تو صاحبِ عفت رہے، خادم کی دُعا ہے
پابندیٔ احکامِ شریعت ہے ضروری

غنچے کی طرح گلشنِ عالم میں بسر ہو
ہے ذاتِ خدا پردۂ اسرار میں مخفی

اللہ رکھے تجھ کو ہر اک لہر سے محفوظ
یہ رقص، یہ نغمات، یہ اسٹیج کی دنیا

عُریانی و بے باکی و اظہار و نمائش
خاتون! نہاں خانۂ عصمت میں بسر کر

اللہ بھی خوش تجھ سے رسولِ عربی بھی
رحمت کے گلستاں تری ہستی پہ نچھاور

برسیں گے تری ذات پہ رحمت کے خزانے
خاتون! تری ذات ہے ملت کی نگہباں

تُو قوم کو پاکیزگیٔ نفس عطا کر

خاتون کا زیور ہے اگر کچھ، تو حیا ہے
جو چیز مقدم ہے وہ اللہ کی رضا ہے

وہ غنچہ کہ جو گوشۂ خلوت میں چھپا ہے
فطرت کی روش پر جو عمل ہو تو بجا ہے

تہذیبِ نوی موجۂ سیلابِ بلا ہے
غارت گرِ ایمان زمانے کی فضا ہے

یہ دھندہ سبھی دشمنِ ایمان و حیا ہے
بس گوشۂ ناموس ترا پردہ سرا ہے

گر آئینۂ دل میں تیرے، دیں کی جِلا ہے
شمائل ترے اوصاف میں گر صدق و صفا ہے

گر تیرے دلِ پاک میں شوہر کی وفا ہے
آغوش تری، مکتبہ تسلیم و رضا ہے

کردار ترا مدرسۂ دینِ ہُدیٰ ہے

اسلام کو پھر خالدؓ و شبیرؓ عطا کر
خادم کی یہ خواہش، یہ تمنا، یہ دُعا ہے

اللہ جل شانہٗ

محمد شفیع ''عمرالدین'' (سانگھڑ)

—— (۳) ——

اسی کے قبضے میں موت وحیات ہے۔

(۲) وَهُوَ الَّذِي أَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ إِنَّ الْإِنسَانَ لَكَفُورٌ ۝ (الحج آیت ۶۶)

ترجمہ:- اور وہ وہی ہے جس نے تمہیں زندہ کیا۔ پھر مارے گا، پھر تمہیں زندہ کرے گا بے شک انسان البتہ بڑا ہی ناشکرا ہے۔

(ف) ''یعنی اس کا حق نہیں مانتا''۔ (موضح القرآن)

(۳) هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ فَإِذَا قَضَىٰ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُن فَيَكُونُ (المومن آیت ۶۸)

ترجمہ:- وہی ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ پس جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ تو صرف اس سے یہی کہتا ہے کہ ہو جا تو ہو جاتا ہے۔

(۴) اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِن شُرَكَائِكُم مَّن يَفْعَلُ مِن ذَٰلِكُم مِّن شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ (الروم آیت ۴۰)

ترجمہ:- اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر تمہیں روزی دی۔ پھر تمہیں مارے گا۔ پھر تمہیں زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے معبودوں میں سے کبھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ وہ پاک ہے اور ان کے شریکوں سے بلند ہے۔

وہی فلاح دارین کی راہ دکھاتا ہے:۔

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۝

(الشعراء آیت ۷۸)

ترجمہ:- جس نے مجھے پیدا کیا پھر وہی مجھے راہ دکھاتا ہے۔

وہی کھلاتا پلاتا ہے:۔

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِ ۝

(الشعراء آیت ۷۹)

ترجمہ:- اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

وہی مرض سے شفا دیتا ہے:۔

وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ۝ (الشعراء آیت ۸۰)

ترجمہ:- اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی شفا دیتا ہے۔

وہی گنہگار بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے

وَهُوَ الَّذِي يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَعْفُو عَنِ السَّيِّئَاتِ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ ۝ وَيَسْتَجِيبُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَيَزِيدُهُم مِّن فَضْلِهِ وَالْكَافِرُونَ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ ۝ (الشوریٰ آیت ۲۵-۲۶)

ترجمہ: اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ اور ان کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور ان کی دعا قبول کرتا ہے جو ایمان لائے اور نیک کام کئے اور انہیں اپنے فضل سے زیادہ دیتا ہے۔ اور کافروں کے لئے سخت عذاب ہے۔

اسی نے زمین میں تمہیں پھیلایا اور سب کو مر کر اسی کے پاس جانا ہے:۔

قُلْ هُوَ الَّذِي ذَرَأَكُمْ فِي الْأَرْضِ وَإِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝

ترجمہ: کہہ دو اسی نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے۔ اور اسی کے پاس جمع کر کے لائے جاؤ گے۔

(ف) ''یعنی ابتداء بھی اسی سے ہوئی انتہا بھی اسی پر ہو گی۔ جہاں سے آئے تھے وہیں جانا ہے۔ چاہیے تھا کہ اس سے ایک دم غافل نہ ہوتے اور ہمہ وقت اس کی فکر رکھتے۔ کہ مالک کے سامنے خالی ہاتھ نہ جائیں۔ مگر ایسے بندے بہت تھوڑے ہیں۔

اسی نے بحر و بر میں تمہاری سواری کی چیزیں بنائیں:۔

وَالَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُم مِّنَ الْفُلْكِ وَالْأَنْعَامِ مَا تَرْكَبُونَ ۝ لِتَسْتَوُوا عَلَىٰ ظُهُورِهِ ثُمَّ تَذْكُرُوا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ إِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُولُوا سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَٰذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ ۝ وَإِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا لَمُنقَلِبُونَ ۝ (الزخرف آیت ۱۲-۱۴)

ترجمہ: اور وہ جس نے ہر قسم کے جوڑے بنائے۔ اور تمہارے لئے وہ کشتیاں اور چار پائے بنائے کہ جن پر تم سوار ہوتے ہو۔ تاکہ ان کی پیٹھ پر چڑھ کر اپنے رب کا احسان یاد کرو۔ جبکہ تم ان پر خوب بیٹھ جاؤ اور کہو وہ ذات پاک ہے جس نے ہمارے لئے اسے مطیع کر دیا اور ہم اسے قابو میں لانے والے نہ تھے۔ اور بے شک ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

(ف) ''اس سفر سے آخرت کا سفر یاد کرو۔ حضرت سوار ہوتے تو یہی تسبیح کہتے''۔ (موضح القرآن)

(۲) اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَنْعَامَ لِتَرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ۝ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا عَلَيْهَا حَاجَةً فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ۝

(المومن آیت ۷۹-۸۰)

ترجمہ:- اور اللہ وہی ہے جس نے تمہارے لئے چوپائے بنائے تاکہ تم ان میں سے بعض پر سوار رہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فوائد ہیں اور تاکہ تم ان پر سوار ہو کر اپنی حاجت کو پہنچو جو تمہارے سینوں میں ہے اور ان پر اور نیز کشتیوں پر تم سوار کئے جاتے ہو۔

اسی نے میٹھے اور کھاری دریا بنائے۔

وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ۝

(الفرقان۔ آیت ۵۳)

ترجمہ۔ اور وہی ہے جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا، یہ میٹھا خوشگوار ہے۔ اور یہ کھاری کڑوا ہے۔ اور دونوں میں ایک پردہ اور مستحکم آڑ بنا دی۔

(ف) ''سمندروں پر بھی اسی خدائے قدوس وحدہٗ لاشریک لہٗ کا قبضہ ہے۔ کیا مجال کہ اس کے حکم کے بغیر آپس میں ملیں، اگرچہ اکٹھے بہتے ہیں۔

(حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

اسی نے سمندروں اور دریاؤں کو تمہارے فائدے کے کام میں لگایا:

(۱) وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ وَ اَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۙ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ یَهْتَدُوْنَ ○ اَفَمَنْ یَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا یَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ (النحل آیت ۱۴-۱۷)

ترجمہ: اور وہ وہی ہے جس نے دریا کو کام میں لگا دیا کہ اس میں سے تازہ گوشت کھاؤ اور اسی سے زیور نکالو۔ جسے تم پہنتے ہو۔ اور اس میں سے جہازوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتے ہوئے چلے جاتے ہیں۔ اور تاکہ تم اس کے فضل کو تلاش کرو اور تاکہ تم شکر کرو اور زمین پر پہاڑوں کے بوجھ ڈال دیئے تاکہ تمہیں لے کر نہ ڈگمگائے اور تمہارے لئے نہریں اور راستے بنا دیئے تاکہ تم راہ پاؤ اور نشانیاں بنائیں۔ اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں کیا تم سوچتے نہیں؟

(ف) "یعنی ایسی ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البنیان کی کچھ بساط نہیں۔ تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور ترو تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کئے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکہ کے برابر حقیقت نہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالےٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی، جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر لیا گیا۔

"یعنی جہازوں اور کشتیوں میں تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم پہنچاؤ اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو۔ پھر خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گزار رہو۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۲) رَبُّكُمُ الَّذِیْ یُزْجِیْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِی الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِیْمًا ○ (بنی اسرائیل آیت ۶۶)

ترجمہ: تمہارا رب، وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو۔ بیشک وہی تم پر بڑا مہربان ہے۔

(ف) "یہ خدا کی کارسازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے۔ جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی کارساز نہیں کہ ہیں عارضی زور کمزور سہارے۔ فَضْلِهٖ یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں "فضل" فرمایا ہے۔ "فضل" کے معنی زیادتی کے ہیں۔ سو مسلمان کی بندگی ہے۔ آخرت کے واسطے۔ اور دنیا لبھاؤ میں ملتی ہے۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

اسی کی سلطنت آسمانوں اور ساری زمین پر ہے۔ اور اسی نے ساری زمین پر بسنے والے جن و انس کی طرف، اپنا آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا اور ان کی ہدایت و اصلاح کے لئے اپنی آخری کتاب (قرآن مجید) کو نازل فرمایا:-

(۱) تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرَا ۙ○ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّ لَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا یَخْلُقُوْنَ شَیْـًٔا وَّ هُمْ یُخْلَقُوْنَ وَ لَا یَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّ لَا نَفْعًا وَّ لَا یَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّ لَا حَیٰوةً وَّ لَا نُشُوْرًا ○

(الفرقان آیت ۱-۳)

ترجمہ: وہ بڑی برکت والا ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تاکہ تمام جہان کے لئے ڈرانے والا ہو۔ وہ جس کی آسمانوں اور زمین میں سلطنت ہے۔ اور اس نے نہ کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ کوئی سلطنت میں اس کا شریک ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کر کے اندازہ قائم کر دیا۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا رکھے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے حالانکہ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں۔ وہ اپنی ذات کیلئے نقصان اور نفع کے مالک نہیں اور موت اور زندگی اور دوبارہ اٹھنے کے بھی مالک نہیں۔

گواہی دے رہی ہے، اس کی یکتائی پہ ذات اسکی
دوئی کے نقش سب جھوٹے، ہے سچا نام اس کا

(۲) قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَ اتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○

(الاعراف آیت ۱۵۸)

ترجمہ:- کہہ دو۔ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ پس اللہ پر ایمان لاؤ۔ اور اس کے رسول نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اس کی سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے۔ اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ۔

ہوئی ختم اس کی حجت اس زمیں کے بسنے والوں پر
کہ پہنچایا ہے سب تک محمدؐ نے کلام اس کا۔

(۳) هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِیْدًا ؕ○ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ

(الفتح آیت ۲۸، ۲۹)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تاکہ اسے ہر دین پر غالب کرے۔ اور اللہ کی شہادت کافی ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

(ف) "یعنی اصول و فروع اور عقائد و احکام کے اعتبار سے یہی دین سچا اور یہی راہ سیدھی ہے، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ اس دین کو اللہ نے ظاہر میں بھی سینکڑوں برس تک سب مذاہب پر غالب کیا۔ اور مسلمانوں نے تمام مذاہب والوں پر صدیوں تک بڑی شان و شکوہ سے حکومت کی اور آئندہ بھی دنیا کے خاتمہ کے قریب ایک وقت آنے والا ہے، جب ہر چہار طرف دین برحق کی حکومت ہوگی۔ باقی حجت و دلیل کے اعتبار سے تو دین اسلام ہمیشہ ہی غالب رہا اور رہے گا۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۴) هُوَ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّیْنِ كُلِّهٖ ۙ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○ (التوبہ آیت ۳۳)

ترجمہ: اس نے اپنے رسول کو

ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا ہے تاکہ اسے سب دینوں پر غالب کرے۔ اور اگرچہ مشرک ناپسند کریں۔

(ف) اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت و دلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔ باقی حکومت و سلطنت کے اعتبار سے وہ اُس وقت حاصل ہؤا ہے اور ہوگا۔

جبکہ

مسلمان اصول اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان و تقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے۔ یا آئندہ ہوں گے۔ اور دین حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کرکے بالکل صفحۂ ہستی سے محو کر دے یہ نزول مسیح علیہ السلام کے بعد قریب قیامت کے ہونے والا ہے۔"

(حضرت مولانا عثمانیؒ)

(۵) هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

(الجمعہ آیت ۲-۳)

ترجمہ: وہی جس نے ان پڑھوں میں ایک رسول انہی میں سے مبعوث فرمایا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے۔ اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بے شک اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔ اور دوسروں کے لئے بھی جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ اور وہ زبردست، حکمت والا ہے۔

چھٹی صدی ہجری کے عارفِ کامل ولیٔ بے مثل سید شیخ احمد کبیر رفاعی الحسینی قدس اللہ سرہ العزیز کے

مواعظِ حسنہ

مرسلہ: ایم عبد الرحمٰن لودھی نوی شیخوپورہ ——— (از بنیان المشید)

(۱) بزرگو! اللہ عزوجل کی طرف متوجہ ہونے والوں کا پہلا قدم زُہد ہے یعنی دُنیا سے بے رغبت ہونا اور آخرت کا مشتاق ہونا اور اس کی بنیاد تقویٰ ہے اور تقویٰ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا نام ہے جو کہ علم و حکمت کی چوٹی ہے اور ان سب کا مدار سیدنا رسول اللہؐ کی اچھی طرح پیروی کرنے پر ہے اور تابع داری کا پہلا زینہ یہ ہے کہ خلوص کے ساتھ آپ کی اقتدا کی جائے۔ اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے کہ اَلْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (ترجمہ) اعمال کا مدار نیتوں پر ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جب ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ایک شخص جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور وہ کچھ دنیا کا مال و متاع بھی چاہتا ہے تو آپ نے اس کو کیا فرمایا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اُس کے لئے کچھ ثواب نہیں لوگ اس جواب سے گھبرا گئے اور اُس شخص سے کہا کہ رسول اللہؐ کے سامنے اپنا سوال دہراؤ، کیونکہ شاید تم اپنے مقصود کو صاف نہیں بیان کر سکے۔ اس نے پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ! ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ کرتا ہے اور وہ دنیا کا مال و متاع بھی حاصل کرنا چاہتا ہے، حضورؐ نے فرمایا اُس کے لئے کچھ ثواب نہیں، لوگ پھر گھبرا گئے اور سائل سے کہا کہ پھر سوال کر اُس نے تیسری مرتبہ پھر عرض کیا یا رسول اللہؐ ایک شخص اللہ کے راستہ میں جہاد کا ارادہ رکھتا ہے اور وہ دنیا کا مال و متاع بھی حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حضورؐ نے پھر وہی فرمایا کہ اس کے لئے کچھ ثواب نہیں اس حدیث سے ہمیں معلوم ہو گیا کہ اعمال کا نتیجہ نیت ہی سے اچھا ہوتا ہے اور نیت ہی سے بُرا ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ اچھی نیتوں سے معاملہ کرو اور اپنی حرکات و سکنات میں اس سے ڈرتے رہو۔

(۲) توحید کی حقیقت

ہمارے امام شافعیؒ نے اُن تمام باتوں کو جو توحید کے متعلق بیان کی گئی ہیں اپنے اس ارشاد میں جمع کر دیا ہے کہ جو شخص اپنے خالق کو پہچاننے کے درپے ہوا اگر اس کی معرفت کسی ایسے موجود پر ختم ہو گئی جس تک اُس کا ذہن پہنچ سکتا ہے۔ تو یہ شخص مشبّہ ہے (یہ وہ فرقہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے لئے مخلوق جیسی صفات ثابت کرتا ہے) اور اگر خالص عدم تک پہنچ کر مطمئن ہو گیا تو یہ مُعطّل ہے اور اگر ایک ایسے موجود پر دل کو قرار ہو جس کے پہچاننے سے عاجز ہونے کا دل نے اقرار کر لیا ہو تو یہ مُوحّد ہے۔

بزرگو! اللہ تعالیٰ کی مُحدثات (جو پہلے نہ تھا پھر موجود ہوا) کے عیوب اور مخلوق جیسی صفات سے پاک سمجھو اور اللہ تعالیٰ کے حق میں استوا کی تفسیر قرار پکڑنے سے نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے کہ کسی مخلوق سے قرار پکڑے۔ اس قسم کی باتوں سے اپنے عقائد کو پاک اور محفوظ رکھو کہ معاذ اللہ وہ عرش پر اس طرح قرار پکڑے ہوئے ہیں جیسے بعض اجسام دوسرے اجسام پر قرار پکڑتے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کا عرش میں حلول کرنا لازم آتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بلند و برتر ہے۔

خبردار! اللہ تعالیٰ کے لئے فوقیت اور سفلیت اور مکان ثابت نہ کرنا اور ہاتھ اور آنکھ انسانی اعضا کی طرح اور آمد و رفت کے طریقہ پر نزول کے قائل نہ ہونا کیونکہ کتاب اور سنت میں اگر کہیں ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے بہ ظاہر یہ باتیں معلوم ہوتی ہیں تو اسی کتاب و سنت میں اس جیسی دوسری نصوص بھی ہیں جو اصل مقصود کی تائید کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا مخلوق کی طرح نزول و فوق و مکان اور ہاتھ آنکھ سے پاک ہونا بتاتی ہیں۔ اب اس کے سوا کچھ چارہ نہیں کہ سلف صالحین کی طرح یوں کہا جائے۔ کہ ہم ان متشابہات کے ظاہر پر ایمان لاتے ہیں اور مراد کے علم کو اللہ اور رسول اللہ کے حوالہ کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہم اللہ تعالیٰ کو کیفیت سے اور مخلوقات کے عیوب سے پاک بھی سمجھتے ہیں۔ پہلے بزرگ اسی راستہ پر چلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں جو اپنی صفت بیان فرمائی ہے ہمارا کام اس کو پڑھ لینا اور خاموش رہنا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کے سوا کسی کو ان کی تفسیر کا حق نہیں۔ تمہیں چاہیئے کہ متشابہات کو محکم پر محمول کرو۔ کیونکہ کتاب اللہ میں اصل وہی آیات ہیں جو محکم ہیں۔

امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا ہے جو شخص یوں کہے کہ میں نہیں جانتا کہ خدا آسمان میں ہے یا زمین میں، وہ کافر ہو گیا کیونکہ اس کی اس بات سے وہم ہوتا ہے کہ اُس کے خیال میں اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی مکان ہے۔ امام بن جعفر صادقؒ کا ارشاد ہے کہ جو شخص یہ گمان کرے کہ اللہ تعالیٰ کسی شئے میں ہے یا کسی شے سے ہے یا کسی شے پر ہے وہ مشرک ہو گیا کیونکہ اگر وہ کسی شے پر ہے تو دوسری شے اس کو اٹھائے ہوئے ہے اور اگر کسی شے میں ہے تو محصور و مقید ہے۔ اور اگر کسی شے سے ہے تو محدث اور مخلوق ہے اور خدا تعالیٰ کا ان عیوب سے پاک ہونا ضروری ہے۔

بزرگو! اپنے دلوں سے اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈو، باریک باتیں نکالنے اور زبان چلانے سے خدا نہ ملے گا وہ تو شہ رگ سے بھی زیادہ تمہارے نزدیک ہے اس کا علم ہر چیز کو محیط ہے۔ دین اخلاص کا نام ہے۔ جب تم لا الٰہ الا اللہ کہو تو ایسے اخلاص سے کہو جو اغیار سے اور تشبیہ و کیفیت اور بلندی و پستی اور دوری و نزدیکی کے خطرات سے بالکل پاک ہو۔ اور اس کے بعد خاص نیت کے ثمرات حاصل کرو کیونکہ سرورِ عالمؐ کا ارشاد ہے کہ اعمال کا مدار نیت پر ہے ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی اُس نے نیت کی ہے۔ پس جس شخص کی ہجرت اللہ اور رسول اللہؐ کی طرف ہو تو اس کی ہجرت واقعی اللہ اور رسول اللہؐ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لئے ہے جس کو

وہ حاصل کرنا چاہتا ہے یا کسی عورت کے لئے جس سے وہ نکاح کرنا چاہتا ہے تو اس کی ہجرت اللہ و رسولؐ کے لئے نہیں بلکہ اُس چیز کی طرف ہے جس کے لئے اس نے ہجرت کی۔

ارکان اسلام کی پابندی کی تاکید

اپنے اعمال کو اُن پانچ ارکان پر مضبوطی کے ساتھ جماؤ جن پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ہے رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

(۱) اس بات کی دل و زبان سے گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔
(۲) نماز قائم کرنا۔
(۳) زکوٰۃ دینا۔
(۴) بیت اللہ کا حج کرنا۔
(۵) رمضان کے روزے رکھنا۔

بدعت سے بچنے کی تاکید

بدعت سے بچتے رہو رسول اللہؐ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہمارے اس دین میں نئی باتیں ایجاد کرے وہ مردود ہے اللہ تعالیٰ سے تقویٰ کے ساتھ اور مخلوق سے سچائی اور حسن خلق کے ساتھ اور اپنے نفس سے مخالفت کے ساتھ معاملہ کرو۔ شریعت کی حدود سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے جب کوئی عہد کر لو اُس کو پورا کرو اور جو کچھ رسول اللہؐ نے تمہیں حکم دیا ہے اس کو مضبوط پکڑ لو اور جس سے منع فرما دیا ہے اُس سے باز آجاؤ۔ جھوٹ سے بچو، نہ خدا پر جھوٹ لگاؤ نہ مخلوق پر۔

بندگی کی حقیقت

پوری بندگی یہ ہے کہ مقام عبدیت کو پہچانے۔ دین یہ ہے کہ احکام پر عمل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے۔ اُن سے بچے اور دونوں میں عاجزی و انکساری اختیار کرے۔ احکام کی تعمیل اور برائیوں سے بچنے کے بعد اپنے آپ کو بزرگ اور متقی نہ سمجھے۔ احکام پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے قریب کرتا ہے اور ممنوعات سے بچنا اللہ تعالیٰ کے خوف سے ہوتا ہے۔ عملوں کے بغیر قرب کی خواہش کرنا محال۔ اللہ تعالیٰ کو رسول اللہؐ کی پیروی کے ذریعہ ڈھونڈو۔ اللہ کے راستہ میں نفس اور خواہش نفس کے ساتھ نہ چلو جو شخص نفسانیت کو لے کر اس راہ میں چلتا ہے وہ پہلے ہی قدم میں کھویا جاتا ہے۔

رسول اللہؐ کی تعظیم کا حکم

بزرگو! اپنے نبیؐ کی شان کو بہت بڑا سمجھو، آپ ہی مخلوق اور حق تعالیٰ کے درمیان واسطہ ہیں، آپ ہی نے خالق و مخلوق کا فرق بتلایا، آپ اللہ کے بندے ہیں، اللہ کے محبوب ہیں۔ اللہ کے رسول ہیں۔ مخلوق الٰہی میں سب سے زیادہ کامل ہیں۔ اللہ کے پیغمبروں میں سب سے افضل ہیں، اللہ کی طرف راستہ بتلانے والے، اللہ کی طرف سب کو بلانے والے، اللہ کی خبریں سنانے والے، اللہ کی باتیں معلوم کرنے والے ہیں۔ آپ ہی سب کے لئے بارگاہِ رحمانی کا دروازہ اور دربارِ صمدیت میں سب کا وسیلہ ہیں جو آپ سے مل گیا اللہ سے مل گیا، جو آپ سے جُدا ہوا اللہ تعالیٰ سے جُدا ہوا۔ آنحضرتؐ کا ارشاد ہے کوئی شخص اُس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش اس شریعت کے تابع نہ ہو جائے۔ جس کو میں لے کر آیا ہوں۔

بزرگو! خوب جان لو کہ ہمارے نبیؐ کی وفات کے بعد بھی نبوت اُسی طرح باقی ہے جیسی آپؐ کی حیات میں تھی اور قیامت تک باقی رہے گی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ زمین کا اور اس کے اوپر جو کچھ ہے سب کا وارث ہو جائے۔ تمام مخلوق قیامت تک آپ ہی کی شریعت کی مکلف ہے جس نے تمام شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ اور آپ کا معجزہ بھی باقی رہنے والا ہے یعنی قرآن شریف۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہہ دیجیے اے رسولؐ! اگر تمام جن و انس اکٹھے ہو کر اس بات کی کوشش کریں کہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اس کا مثل نہ لا سکیں گے

صحیح حدیثوں کا رد کرنا ایسا ہی ہے جیسے کلام اللہ کا رد کرنا

بزرگو! جس نے حضورؐ کی سچی حدیثوں کو رد کیا وہ ایسا ہی ہے جیسا کسی نے کلام اللہ کو رد کیا، ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور کتاب اللہ پر بھی اور ان تمام باتوں پر بھی جو ہمارے نبی محمدؐ لائے ہیں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص رسول اللہؐ کی مخالفت کرے بعد اس کے کہ اس پر ہدایت واضح ہو چکی ہو اور مسلمانوں کے راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اس کو اُسی حالت پر چھوڑ دیں گے اور جہنم میں داخل کریں گے۔ اور وہ بری جگہ ہے۔ پ۵ - ع ۱۴۔

صحابہ کے مراتب کا بیان اور اس کی شان میں گستاخی کرنے کی ممانعت

صحابہ میں سب سے افضل سیدنا ابوبکر صدیقؓ ہیں پھر سیدنا عمر فاروقؓ پھر حضرت عثمان ذوالنورینؓ، پھر حضرت علی مرتضیٰؓ صحابہؓ سب کے سب ہدایت پر ہیں۔ رسول اللہؐ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ میرے اصحاب ستاروں کی مثل ہیں تم جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پا لو گے۔ صحابہ کے درمیان جو اختلافات و نزاعات ہوئے ہیں۔ ان کے تذکرہ سے زبان روک لینا واجب ہے۔ اور بجائے اس کے اُن کے محاسن و کمالات وخوبیاں بیان کرنی چاہئیں۔ ان سے محبت رکھنی چاہیے، ان کی تعریف کرنی چاہیے۔ صحابہ سے محبت رکھو اُن کے ذکر و تذکرہ سے برکت حاصل کیا کرو اور اُن جیسے اخلاق حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

رسول اللہ نے اپنے اصحاب سے ارشاد فرمایا تھا کہ میں تم کو اللہ سے ڈرنے امام کی اطاعت اور اس کی بات سننے کی وصیت کرتا ہوں۔ اگرچہ ایک غلام ہی تم پر حکومت کرنے لگے کیونکہ جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت کچھ اختلاف دیکھے گا اس وقت تم میری سنت اور خلفائے راشدین کی ہدایت کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑے رہو اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو۔ کیونکہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

محبت اہل بیت کی تاکید

دوستو! اپنے دلوں کو حضورؐ کی آل کرام کی محبت سے بھی روشن کرو کیونکہ یہ حضرات وجود کے چمکتے ہوئے انوار اور سعادت کے روشن آفتاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اے رسولؐ! کہہ دیجیے کہ میں تم سے اس تبلیغ احکام پر کسی

معاوضہ کا مطالبہ نہیں سوائے اس کے کہ قرابت داری کی ہمدردی کا حق ادا کرو۔ اور رسول اللہؐ کا ارشاد ہے: اَللہَ اللہَ فِی اَھْلِ بَیْتِی، میرے اہلِ بیت کی بابت اللہ سے ڈرو اور اُن کے حقوق کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ جس بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتے ہیں اُس کو اہلِ بیت کے متعلق رسول اللہ کی اس وصیت کی تعمیل کی پوری توفیق عطا فرماتے ہیں۔ وہ اُن سے محبت کرتا، اُن کی عظمت کرتا، مدد کرتا اور اُن کی شان رفیع کا اہتمام کرتا، ان کی عزت کی حفاظت کرتا، ان کے حقوق کی رعایت کرتا اور رسول اللہؐ کا جو حق اُن کے بارہ میں امت پر ہے اُس کی پوری نگہداشت کرتا ہے۔ (قیامت میں آدمی اُسی کے ساتھ ہوگا جس سے اُس کو محبت ہوگی۔ آپ کی اہل بیت سے بھی ہوگی اور جو اہلِ بیت سے محبت کرے گا وہ ان کے ساتھ ہوگا اور وہ اپنے جدّ امجد سیّدنا محمد رسول اللہؐ کے ساتھ ہوں گے۔ اُن کو اپنے سے آگے بڑھاؤ خود اپنے سے آگے نہ بڑھو اُن کی مدد کرو، تعظیم کرو۔

اس کی برکتیں تمہارے اوپر برسیں گی صحبت اولیاء کے بارہ میں اللہ کی تاکید

اولیاء اللہ کے دامن سے چمٹ جاؤ۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ ۝ (ترجمہ: خبردار، اولیاء اللہ پر نہ کوئی خطرہ ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔ اولیاء اللہ وہ ہیں جو ایمان لائے اور تقویٰ اختیار کرتے تھے۔ (پ ۱۱ ع ۱۲)

ولی وہ ہے جو اللہ سے محبت رکھتا ہے، اس پر ایمان رکھتا ہو اور تقویٰ پر کاربند ہو۔ پس جس کو اللہ سے محبت ہو اُس سے دشمنی نہ کرو بعض آسمانی کتابوں میں ہے مَنْ اٰذٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ (ترجمہ) جو میرے کسی ولی کو ایذا دے گا میری طرف سے اُس کو اعلان جنگ ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے لئے جب وہ ذلیل کئے جائیں یا اُن کو ایذا دی جائے بہت غیرت کرتے ہیں ان کی خاطر ایذا دینے والوں سے انتقام لیتے ہیں۔ اور جو اُن سے محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے اولیاء کے اکرام کے لئے اُن کی حفاظت کرتے ہیں اور جو ان کی پناہ میں آجاتا ہے اس کی مدد فرماتے ہیں خصوصیت کے ساتھ اس آیت کے مخاطب اولیاء ہی ہیں۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ (ترجمہ) فرشتے ان سے کہیں گے ہم تمہارے رفیق تھے۔ دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی رفیق ہیں۔ اولیاء کی محبت کو اپنے اوپر لازم کرلو، اُن کا قرب حاصل کرو اُن کی وجہ سے تمہیں برکت حاصل ہوگی اُن کے ساتھ ہو جاؤ یہی اللہ کی جماعت ہے اور سن لو اللہ کی جماعت ہی کامیاب ہے۔

رعایتِ حدود کی تاکید

بزرگو! حدودِ مراتب کا لحاظ رکھو، غلو سے بچو، یعنی کسی کو اُس کے درجہ سے آگے نہ بڑھاؤ، ہر شخص کو اُس کے مرتبہ پر رکھو۔ نوعِ انسان میں سب سے بزرگ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں اور انبیاء میں سب سے افضل و اشرف ہمارے نبی سیّدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضورؐ کے بعد تمام مخلوق سے افضل آپ کی آل و اصحاب ہیں اُن کے بعد تمام مخلوق سے افضل تابعین ہیں جو خیر القرون میں سے تھے یہ تو مراتب کا اجمالی بیان تھا اور تفصیل و تعیین کے ساتھ فضیلت معلوم کرنے کے لئے نصِّ شریعت کا اتباع کرو۔ خبردار! اس میں اپنی رائے کو دخل نہ دینا جو لوگ برباد ہوئے ہیں وہ اپنی رائے ہی سے برباد ہوئے ہیں۔ اس دنیا میں کسی کی ذاتی رائے؎ سے کبھی فیصلہ نہیں کیا جاتا اپنی رائے سے مباحات میں فیصلہ کرو۔ فضائل میں رائے کو دخل نہ دو۔ اور اگر کسی معاملہ میں باہمی نزاع ہونے لگے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے فیصلہ کی طرف رجوع کرو، اولیاء کو بھلائی کے ساتھ یاد کرو اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینے سے بچو۔ گو اللہ تعالیٰ نے بعض اولیاء کے درجے دوسروں سے بلند کئے ہیں مگر اس کی معرفت بجز خدا کے یا اس کے برگزیدہ رسولؐ کے کسی اور کو نہیں ہے۔ دعویٰ کو چھوڑ کر اس جماعت اولیاء کی تائید کرو، بزرگوں کی حمایت کا یہ طریقہ اختیار نہ کرو کہ ایک کو دوسرے سے افضل بتلاؤ کیونکہ اس میں درپردہ یہ دعویٰ ہے کہ تم اُن اولیاء سے بھی بڑھے ہوئے ہو اگر تم اپنے آپ کو اُن سے کمتر سمجھتے تو اُن کے درجات و مراتب کا فیصلہ نہ کرتے، کیونکہ دو شخصوں کے درجات کا فیصلہ وہی کر سکتا ہے جو دونوں سے بڑا ہو۔

؎ اس سے ائمہ مجتہدین کا قیاس خارج ہے۔ کیونکہ وہ ان کی ذاتی رائے نہیں بلکہ قواعد شرعیہ پر مبنی ہے جس کی اجازت خود حدیثوں اور قرآن کی آیتوں میں موجود ہے۔

اتباعِ سنّت کی تاکید

اس طریقہ محمدیہ کی بنیادوں کو سنّت کے زندہ کرنے اور بدعت کے مٹانے سے محفوظ کرو۔

بزرگو! درویش اُسی وقت تک طریقت پر ہے جب تک سنّت پر جما ہوا ہے اور جس وقت وہ سنّت سے ہٹے گا۔ طریقت سے علیحدہ ہو جائے گا۔

لفظ صوفی کی تحقیق

اس جماعت کو صوفی کہا جاتا ہے جو لوگوں نے اس نام کے مختلف اسباب بتلائے ہیں مگر اصل میں اس کا سبب عجیب ہے جس کو بہت سے درویش نہیں جانتے وہ یہ کہ قبیلہ مضر کی ایک شاخ کا نام بنو صوف ہے اور صوفہ غوث بن مر بن ادبن طابخہ ربیط کا لقب ہے اُن کی ماں کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا تھا اُس نے منّت مانی کہ اگر اس کا کوئی بچہ زندہ رہا تو اُس کے سر پر اون کا ٹکڑا (علامت اور نشان کے طور پر) باندھ کر اُسے خانہ کعبہ کا خادم بنا دے گی یعنی اس کو خدمت کعبہ کے لئے وقف کر دے گی۔ چنانچہ غوث بن مُر پیدا ہوئے۔ اور زندہ رہے تو اُن کے سر پر اُون کا ٹکڑا باندھ کر خانہ کعبہ کے لئے وقف کر دیا گیا جس کی وجہ سے اُن کا لقب بنو صوفہ پڑ گیا) یہ لوگ حاجیوں کی خدمت کرتے اور ان کو خلعت دیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دین اسلام کا ظہور ہوا تو یہ لوگ بھی اسلام لائے وہ بڑے عبادت گزار تھے۔ ان میں سے بعض حضرات نے رسول اللہ کی احادیث بھی روایت کی ہیں۔ تو جو لوگ اُن کی صحبت میں رہے یا اُن کی صحبت یافتہ جماعت کے ساتھ رہے اُن کا لقب

صوفی ہو گیا نیز جو لوگ ان کی طرح عبادت میں مشغول رہے اور اونی کپڑا پہننے کے عادی ہو گئے اُن کو بھی صوفی کہا جانے لگا۔

درویشوں نے صوفی کا لقب پڑنے کے دوسرے اسباب بھی بیان کئے ہیں کسی نے کہا کہ تصوف دل کی صفائی کا نام ہے، کسی نے کہا خلوص دل سے معاملہ کرنا تصوف ہے وغیرہ وغیرہ اور معنی پر نظر کرکے یہ باتیں بھی ٹھیک ہیں کیونکہ خرقہ تصوف پہننے والوں نے صفائی قلب اور صفائی معاملات کا بہت اہتمام کیا ہے۔

آداب ظاہری کی تاکید

صوفیہ باطنی آداب کے ساتھ ظاہری آداب کی بھی بہت رعایت کرتے ہیں۔ اُن کا قول ہے کہ ظاہری آداب سے باطنی آداب کا پتہ لگتا ہے۔ نیز وہ فرماتے ہیں کہ ادب ظاہری کی عمدگی ادب باطنی کی علامت ہے۔ نیز اُن کا قول ہے کہ جو شخص ظاہری آداب سے واقف نہیں اُس پر باطنی آداب کے بارے میں اطمینان و اعتماد نہیں کیا جا سکتا اور اقوال و احوال، افعال و اخلاق کے آداب سب کے سب رسول اللہ ﷺ کی پیروی میں منحصر ہیں۔ تمام اقوال و احوال اور افعال و اخلاق کا ادب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے اقوال و افعال وغیرہ سے ملتے جلتے ہوں، صوفی کے ظاہری آداب ہی سے اس کا پتہ لگتا ہے کہ تم اس کے اقوال و افعال اور احوال و اخلاق کو شریعت کی ترازو میں وزن کرو اُس وقت تم کو اُس کے وزن کا بھاری یا ہلکا ہونا معلوم ہو جائے گا۔

رسول اللہ ﷺ کا خلق قرآن تھا یعنی آپ کے اخلاق و عادات قرآن کے مطابق تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اس کتاب (قرآن) میں کسی بات کو نہیں چھوڑا۔ پس جو شخص حضور اکرم ﷺ کے اخلاق کریمہ کو معلوم کرنا چاہے وہ قرآن کا مطالعہ کرے اور اس کے موافق عمل کرنا شروع کرے جو شخص آداب ظاہری کا التزام کرتا اور ان کی پابندی کرتا ہے وہ صوفیہ کی جماعت میں داخل ہے۔ ان ہی میں اس کا شمار ہوگا اور جو آداب ظاہری کا پابند نہیں وہ صوفیوں سے الگ اور اجنبی ہے۔ اس کی حالت اس جماعت پر مخفی نہیں رہ سکتی کیونکہ ہم جنس ہونے کی علامت اور دلیل یہی ہے کہ اپنے ہم جنسوں کا طریقہ اختیار کرے بلکہ اس جماعت میں شامل ہونے کی شرط یہی ہے۔ ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ تصوف سارے کا سارا ادب ہی تو ہے تو جو شخص ادب سے خالی ہے۔ وہ تصوف سے دُور ہے اور ادب سے مُراد شرعی ادب ہے اور یہ ادب جس کی طرف صوفیہ نے اشارہ کیا ہے۔ اُس سے مراد شرعی ادب ہے کہ رفتار و گفتار، اعمال و احوال و اخلاق سب کے سب شریعت کے موافق ہوں تم شریعت کے پابند ہو جاؤ پھر حاسد جو کچھ بھی تمہارے اُوپر جھوٹ تہمت لگائے لگانے دو اور جو اُس کے جی میں آئے کہنے دو۔

اپنے اوپر نظر کرنے سے بچو

اے سالک! اپنے نفس پر نظر کرنے سے بچ، غرور سے بچ، تکبر سے الگ رہ، کہ سب برباد کرنے والے ہیں، میدانِ قرب میں وہ شخص داخل نہیں ہو سکتا جو لوگوں کو چھوٹا اور اپنے کو بڑا سمجھے، میں کون ہوں اور تو کیا ہے؟ ہماری ہستی ہی کیا ہے جو اس پر نظر کی جائے۔

عزیز من! ہم میں سے ہر ایک شخص عاجز و مسکین ہے، جس کی ابتدا گوشت کا ایک لوتھڑا ہے اور انتہا ایک مُردار لاشہ ہے۔ اس سرمایہ کی شرافت اور بزرگی جوہر عقل سے ہے اور عقل وہ ہے جو نفس کو باندھ دے یعنی اُس کو ایک حد پر روک کے رکھے۔ اگر کسی شخص کی عقل نفس کے باندھنے والی اُس کو حد پر ٹھیرانے والی نہ ہو تو وہ بے عقل ہے اور جب آدمی اپنے جوہر ہی سے محروم ہو گیا تو اس کے لئے کوئی شرافت اور بزرگی نہیں ہے اب وہ صرف ایک بھاری بوجھل کثیف جسم رہ گیا جو نہ کسی قیمتی درجہ کے لائق ہے نہ کسی عمدہ منصب کے قابل اور جب انسان کی عقل کامل ہو اور یہی قیمتی خالص جوہر اُس کے جسم کے اندر حکومت کرتا ہو کہ تمام اقوال و افعال و احوال عقل کے اشارہ پر صادر ہوتے ہیں تو اب یہ اس قابل ہے کہ سلاطین کا بھی سرتاج بنایا جائے۔

متوجہ ہوں

مرزا محمد یعقوب بیگ صاحب سابقہ ایجنٹ سمندری۔ آپ نے وعدہ کیا تھا کہ ہر ہفتہ دس روپے روانہ کیا کروں گا تین ماہ ہو گئے ہیں کوئی رقم موصول نہیں ہوئی۔ آپ جلد سے جلد تمام رقم دفتر میں آکر جمع کرا دیں ورنہ ہم قانونی کارروائی کرنے پر مجبور ہوں گے آپ کے دستخط ہمارے پاس موجود ہیں۔

مینجر

بقیہ

اسلام کا ضابطۂ انصاف

غصہ آیا۔ پلٹ کر ایک تھپڑ اُس کے رخسار پر لگایا۔ بدوی نے امیرالمومنین کی بارگاہ میں استغاثہ پیش کر دیا۔ شہزادہ بلایا گیا اور جواب طلب ہوا۔ شہزادے نے اپنے فعل کا اعتراف کیا اور یہ بھی کہا کہ میں حکمران ہوں اور یہ ایک فرومایہ شخص ہے۔ اگر میں نے ایک طمانچہ اس کے لگا بھی دیا تو کیا ہوا۔ امیرالمومنین نے فرمایا اسلام میں سب برابر ہیں۔ اسلام کا ضابطۂ انصاف شاہ و گدا کو ایک کٹہرے میں کھڑا کرتا ہے اور اس میں کسی کو کسی سے کوئی رعایت نہیں برتی جاتی۔ یا تو اسے رضامند کرو ورنہ بدلہ دینا پڑے گا۔ حضرت فاروقِ اعظمؓ کا حکم اسلام کا حکم تھا، اٹل تھا، غیر مبدل تھا۔ چنانچہ وہ ایک دن کی مہلت لے کر راتوں رات بھاگ کھڑا ہوا۔

ملاحظہ فرمایئے بادشاہ ہاتھ سے دے دیا جاتا ہے مگر انصاف کا دامن ہاتھ سے چلا جائے یہ گوارا نہیں کیا جاتا۔

سلجوقی سلطنت بڑی پُرشکوہ اور پُرسطوت سلطنت تھی۔ اُسی کا باجبروت فرمانروا ملک شاہ سلجوقی دورہ پر تھا۔ فوجیوں نے ایک غریب بڑھیا کی گائے زبردستی پکڑ کر اُس کے کباب بنا لئے بڑھیا نے بہتیری داد فریاد کی مگر کسی نے نہ سُنی۔ جب ملک شاہ چلا اور ایک پُل پر سے گزرنے لگا تو بڑھیا نے ایک طرف سے نکل کر جھٹ گھوڑے کی لگام تھام لی اور کہا "بول۔ میرا حساب یہیں چکائے گا اور انصاف اسی پُل پر کرے گا یا اگلے پُل پر (یعنی پل صراط پر)؟

ملک شاہ یہ سنتے ہی خوفِ الٰہی سے لرز اٹھا، نہ سنبھل سکا، بیہوش ہو کر گر پڑا اور ہوش آتے ہی بولا: "نہیں مائی۔ پُل صراط پر انصاف کی طاقت مجھ میں کہاں ہے۔ انصاف کروں گا اور یہیں اسی پُل پر کروں گا"۔ چنانچہ سب ماجرا سن کر مجرموں کو سزائیں دیں اور بڑھیا کو اس ایک گائے کے عوض میں کئی ہزار گائیں دینے کا حکم دیا۔

یہ تھا غلامانِ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا انصاف، اسلامی تعلیمات کا اثر اور اسلامی ضابطۂ انصاف پر عمل پیرا ہونے کا نتیجہ۔ اس قسم کی روشن مثالوں سے پوری تاریخ اسلام بھری پڑی ہے۔

اللہ تعالٰے ہمیں صحیح معنوں میں اسلام پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ اسلام کو نافذ کرنے کی استطاعت عطا فرمائے اور اسلامی ضابطوں کو ملک میں رواج دینے میں ہماری جانوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

بقیہ

مجلس ذکر

روز مرہ کی زندگی سے نکال کر کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جو بالکل ناممکن ہے۔ کامیابی صرف اللہ تعالٰی اور اس کے رسولؐ کے فرمائے ہوئے احکامات پر عمل کرنے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

یہ دنیا دارالعمل ہے۔ اس میں جتنا زیادہ عمل کریں گے اتنا ہی زیادہ اس کا پھل ملے گا۔ اللہ تعالٰی ہم سب کو (دکھلاوے) سے بچا کر ذکر اللہ کرنے کی توفیق فرمائے اور نماز پابندیٔ وقت سے ادا کرنے کی ہدایت نصیب کرے۔

دنیا تنگی، ترشی، بیماری اور تندرستی میں گذر جائے، اس کی بالکل پرواہ نہ کرنی چاہیے۔ ہمیشہ ...... آخرت کو مقدم اور دنیا کو مؤخر رکھنا چاہیے لیکن آج کل دنیا کو مقدم اور آخرت کو مؤخر رکھتے ہیں جو کہ کافروں کا پروگرام ہے۔

حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مسلمان یہ سوچے کہ میں دنیا کا کام کر کے پھر ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کروں گا تو یہ کبھی نہیں ہوگا۔ کیونکہ دنیا کے کام اوّل تو ختم ہی نہیں ہوتے، اگر ختم ہو بھی گئے تو انسان تھک جائے گا۔ اس لئے ذکرِ الٰہی اور تلاوت قرآن پہلے کریں اور پہلے وقت نکالیں کیونکہ اللہ تعالٰی ذکر الٰہی کی برکت سے دنیا کے کام بھی سرانجام فرما دیں گے۔

آج کل تبلیغ کی سخت ضرورت ہے۔ آپ کے پاس جتنا بھی علم ہے دوسروں تک پہنچایئے، اس کی نشر و اشاعت کریں۔ اللہ تعالٰی کا کثرت سے ذکر کیجیے اور دوسروں کو بھی تبلیغ کرنے کی تلقین فرمایئے

اللہ تعالٰی ہم سب کو اپنی کثرت سے یاد کرنے اور موت کے لئے ہر وقت تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنی نماز کو آخری نماز سمجھو، حضرتؒ ہر وقت موت کے لئے تیار رہتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تو وصیت اور حساب کتاب تمام عمر تیار ہی رکھا۔ اللہ ہمیں بھی اپنے تمام حساب کتاب پورے کر کے ہر وقت موت کے لئے تیار رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم سب کا خاتمہ ایمان کامل پر کرے۔ (آمین یا الٰہ العالمین!)

بقیہ

پاکستان کی خارجہ سیاست اور مسئلہ کشمیر

نہیں کہ آج ہم کسی کے گھڑے کی مچھلی بنے رہیں یا کسی کے مقاصد کی تکمیل کے آلہ کار بنیں۔

ہم صدر مملکت کو یقین دلاتے ہیں کہ وہ ملک و ملت کے استحکام و بقا کی خاطر جو قدم اٹھائیں گے ہم اس سے تعاون کے لئے ہر وقت تیار ہیں ہمیں پوری تیاری کے ساتھ اسلام کے احکام کو اپناتے ہوئے محض اللہ تبارک و تعالٰے پر بھروسہ کر کے تمام کام سرانجام دینے چاہئیں پھر اللہ تبارک و تعالٰے کی مدد ضرور شاملِ حال ہو گی۔

بقیہ صفحہ ۱۹ اسلامی اخلاق

وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے"۔

قرآن مبین نے صدق کی اہمیت کو اور بڑھاتے ہوئے فرمایا۔ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اتَّقُوْا اللّٰہَ وَکُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔

(التوبہ)

اس آیت میں خداوند قدوس نے مومنین کو مخاطب کر کے تاکید کر دی کہ وہ ہمیشہ حق کا ساتھ دیں۔ حق بیان کرنے والی جماعت سے رابطہ اور تعلق رکھیں۔ اور اگر موت بھی سامنے آ جائے تو بھی حق کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ پائے۔

اسلام میں صدق و حق گوئی کے بڑے وسیع معانی ہیں۔ صدق کا اطلاق زبان کی سچائی، دل کی صفائی اور عمل کی سچائی پر ہوتا ہے۔ مختصر یوں سمجھئے کہ زبان، دل اور عمل میں مطابقت اور ہم آہنگی کا نام صدق ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ اس لئے لوگ آپؐ کو صادق کہتے تھے۔ دوست دشمن سب آپؐ کی راست بازی و حق گوئی کا اعتراف کرتے تھے۔ ایک دفعہ ابوجہل نے آپؐ کی راستبازی و صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔

"اے محمدؐ! میں تمہیں جھوٹا نہیں کہتا لیکن کیا کروں تمہاری تعلیم پر میرا دل نہیں ٹھہرتا"۔

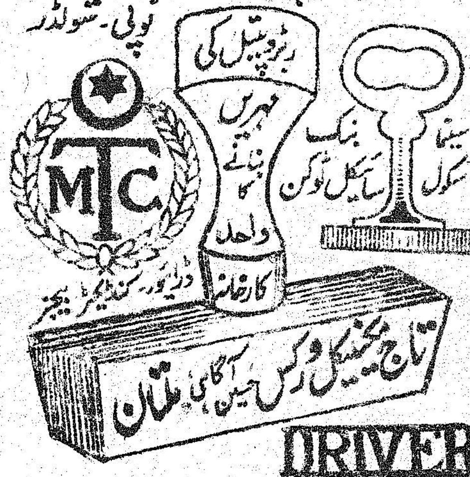
قیصر روم نے حضرت ابوسفیانؓ (اس وقت تک آپ مسلمان نہ ہوئے تھے) سے پوچھا کہ تمہارے ہاں جس شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کیا تم نے اسے کبھی جھوٹ بولتے سنا ہے؟ ابوسفیانؓ نے آپ کے صدق کا اعتراف کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس پر قیصر روم نے کہا پھر ایسا سچا آدمی جھوٹا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ ایک شخص نے آپؐ سے پوچھا۔ "یا رسول اللہ! وہ کون سا فعل ہے جو آدمی کو جنتی بنا دیتا ہے"۔ آپؐ نے فرمایا۔ "راستبازی"۔ پھر تشریح فرماتے ہوئے کہا۔ کہ سچ بولنا نیکی ہے۔ نیکی انسان کو امن بخشتی ہے اور جو شخص امن میں ہوگا وہ جنت میں جائے گا۔

غرض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف پیرایہ بیان میں صدق و راستبازی کی تاکید فرمائی اور اس کو ایمان قرار دیا۔ اور جھوٹ کو منافقت ٹھہرایا۔

عزیز بچو! ہم سب کو چاہیئے۔ کہ صدق و راستبازی کو اپنا شعار بنا لیں۔ ہمیشہ حق کی دست گیری کریں اور حق بیان کرنے والے گروہ سے منسلک رہیں۔ دنیا کی کوئی قوت ہمیں حق کی مخالفت پر آمادہ نہ کرے۔ اور باطل کی بڑی سے بڑی تعداد بھی ہمیں مرعوب نہ کر سکے۔ یاد رکھیئے۔ کہ انجام کار حق و صداقت کی فتح ہوگی۔ اور دنیا پر ہمیشہ اس کی فتحیابی کا پرچم لہراتا رہے گا۔

حق سے باطل جب کبھی ٹکرائیگا مٹ جائیگا
لازمی ہے یہ شکست اک شیشہ ہے اک سنگ ہے



ضروری اطلاع

بعض حضرات وی۔پی منگوا کر واپس کر دیتے ہیں۔ وی۔پی وصول کرنا آپ کا دینی اور اخلاقی فرض ہے

(ندیم)

بچوں کا صفحہ

اسلامی اخلاق

محمد اکرام الحق، گجرات

اخلاق کا مطلب انسانوں کے باہمی حقوق و فرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کا ادا کرنا ہر انسان کے لئے ضروری ہے۔ اخلاق کا تعلق انسان کے ذاتی کردار کی بلندی اور چال چلن کی عمدگی سے ہے۔

دنیا کے تمام مذاہب کی بنیاد اور اساس اخلاق ہی پر ہے۔ خدا کے سب انبیاء نے یہی تعلیم دی کہ ہمیشہ سچ بولو، جھوٹ سے بچو، دیانت و امانت، عدل و انصاف، عفو و درگذر، شفقت و مہربانی اور رحم و کرم اچھے اخلاق اور عمدہ عادات ہیں۔ سب نے انہی چیزوں کی تلقین کی۔ لیکن اسلام میں اخلاق پر بہت ہی زور دیا گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات کو مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ اور اعلیٰ مثال قرار دیا۔ اللہ تعالےٰ نے آپؐ کے متعلق فرمایا وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ "اے رسولؐ آپؐ نہایت اعلیٰ اخلاق کے مالک ہیں"۔

خود جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ میری رسالت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ "میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کروں"۔

تزکیۂ نفس اور تعلیم حکمت بھی مکارم اخلاق کی تکمیل کا ایک زینہ ہے۔ اسلامی عقائد و عبادات میں بھی حسنِ اخلاق کی تعلیم مضمر ہے۔ نماز برائیوں سے روکتی ہے زکوٰۃ غریبوں اور محتاجوں سے عملی طور پر ہمدردی کا سبق سکھاتی ہے روزہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کا بہت بڑا وسیلہ ہے حج میں بھی مکارمِ اخلاق کی تعلیم کا پہلو نمایاں ہے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری بھی اخلاقِ حسنہ سے کوئی الگ شے نہیں ہے قرآنِ عزیز نے جابجا ایمانداری اور نیکی کو اعلیٰ اخلاق قرار دیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی رہنمائی کر تیرے سوا کوئی اعلیٰ اخلاق راہ نہیں دکھا سکتا۔

اسلام میں ایمان کا درجہ بہت بلند ہے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کے لئے بھی اخلاقِ حسنہ ضروری ہیں۔ فرمایا۔ "مسلمانوں میں ایمان کامل اس شخص کا ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہو"۔

صحیح بخاری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے خِیَارُکُمْ اَحْسَنُکُمْ اَخْلَاقًا (تم میں سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں) بدخلقی کی سزا بیان فرمائی کہ بدخلق آدمی جنت میں نہیں جائیگا اخلاقِ حسنہ کے فوائد بیان کرتے ہوئے فرمایا "حُسنِ خلق کا مالک اپنے حُسنِ خلق سے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔ قیامت کے دن حُسنِ خلق کا پلڑا سب سے بھاری ہوگا۔ لوگوں کو قدرت الٰہی نے جو چیزیں عطا کی ہیں ان میں سب سے بہتر اچھے اخلاق ہیں۔ خوش خلقی اللہ تعالےٰ کا خلق عظیم ہے۔ آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ مومن کو چاہیے کہ اپنے اخلاق کو خدا کے سانچے میں ڈھالے (تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ) پس انسانی ترقی اور روحانی معراج کا کمال یہی ہے کہ ہم صفاتِ الٰہی کے انوار سے مقدور بھر بہرہ مند ہوں۔

اسلام کا فلسفۂ اخلاق عمل میں مضمر ہے۔ اسلام علم یا عمل کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔ اسلام کے نزدیک اخلاق کا کمال یہ ہے کہ وہ یہ سمجھ کر ادا کئے جائیں کہ یہ خدا کے احکام ہیں۔ اسلامی اخلاق کی قدر و قیمت اس وجہ سے زیادہ ہے کہ ایک تو نیکی اور ہمدردی کا کام ہے دوسرے خدا کے حکم کی اطاعت ہے اگر ایک شخص بھوکے کو روٹی کھلاتا ہے یا کسی مصیبت زدہ کے کام آتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ یہ خدا کا حکم ہے تو اسلامی نظریے کے مطابق اس کا مرتبہ اس شخص سے بہت بلند ہے جو نیکی اور ہمدردی کے کام تو کرتا ہے لیکن محض کام کی اچھائی کی وجہ سے نہ کہ خدا کے حکم کی اطاعت میں جب دل کی آواز یہ گواہی دے کہ یہ بھلائی کا کام ہے اور اس میں خدا کی اطاعت و فرمانبرداری بھی ہو تو پھر اسلامی فلسفۂ اخلاق کے لحاظ سے یہ بہترین جذبہ ہے۔

اسلامی فلسفۂ اخلاق میں نیت کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ ہر کام کا نیک و بد ہونا تمامتر نیت پر موقوف ہے اگر کسی عمل میں حسن نیت نہ ہو تو اخلاق کا بڑے سے بڑا کام روحانی خیر و برکت اور ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔ اسلامی فلسفۂ اخلاق میں رضائے الٰہی بنیادی پتھر کی حیثیت رکھتی ہے

جس طرح ہر عمل کے پیچھے حسن نیت کا ہونا ضروری ہے اسی طرح ہر نیت کی پشت پناہی کے لئے ایمان کا ہونا بھی لازمی ہے۔ ایمان کے بغیر کسی عمل کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

قرآن و حدیث میں اسلامی اخلاق کی فہرست بڑی طویل دی گئی ہے لیکن ہم یہاں صرف صدق سے متعلق چند ضروری معلومات قرآن و حدیث کی روشنی میں بیان کریں گے

عربی زبان میں راست گوئی اور سچائی کو صدق کہتے ہیں۔ صدق و راستبازی انسان کے ہر قول و عمل کی درستی کی بنیاد ہے اور اسی صدق کی بدولت دل اور زبان میں ہم آہنگی اور مطابقت پیدا ہوتی ہے۔

صدق صفاتِ ربانی میں سے ایک بہت بڑی صفت ہے۔ سورۃ النساء میں آتا ہے وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰہِ حَدِیْثًا (اور کون ہے اللہ سے زیادہ سچا بات میں) سورۃ الانعام میں فرمایا وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (اور ہم سچے ہیں)

خداوند لایزال نے قرآن حکیم میں صادقین کو منجملہ ان لوگوں کے ذکر کیا جن کے لئے مغفرت اور بڑا ثواب ہے یہ بھی فرمایا کہ قیامت کے دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی فائدہ پہنچائے گی اور اس کے بدلے میں ان کو جنت ملیگی اور اللہ کی خوشنودی حاصل ہوگی۔

سورۃ الانعام میں حق تعالیٰ شانہٗ فرماتے ہیں "(قیامت کے دن) اللہ کہے گا کہ آج کے دن سچے لوگوں کو ان کی سچائی فائدہ دے گی ان کے لئے جنت کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سے اللہ راضی ہوگیا

(باقی ص۱۸ پر)

۷ دسمبر ۱۹۶۲ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

خدام الدین لاہور
ایڈیٹر
عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۲۱/G مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۷۳۰-۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء